عالمی مذاہب کے درمیان تہذیبی و ثقافتی رابطہ سیرت طیبہ ؐ کی روشنی میں

پروفیسر محمد مشتاق کلوٹہ

اسلام ایک آخری اور عالمگیر دین ہے جو حضرت محمد (۴) داع (۵) الامی (۶) فائق (۷) متلقی القرآن (۸) العالم (۹) العلیم (۱۰) المعلم (۱۱) مصدق (۱۲) الحجتہ البالغہ (۱۳)، مبشراً (۱۴) صاحب المعراج (۱۵) المرتل (۱۶) الحکیم (۱۷) المزکی (۱۸) ھادی اعظم (۱۹) خاتم النبیین (۲۰) الظاھر (۲۱) امام الناس (۲۲) احمد (۲۳) سید الثقلین (۲۴) رفیع الذکر (۲۵)، عبداللہ (۲۶) المبتھل (۲۷) شاہداً (۲۸) المرتضی (۲۹) رؤف رحیم (۳۰) المجاہد (۳۱) ذوالقوۃ (۳۲) بشر کامل (۳۳) رسول کامل (۳۴) امام المتقین (۳۵) المسیح (۳۶) عبد کامل (۳۷) المنذر (۳۸) المؤید (۳۹) المتوکل (۴۰) العابد (۴۱) الذکر (۴۲) کو آخری کتاب یعنی قرآن پاک کے ذریعے عطا فرمایا گیا ہے اس کا دائرہ نصیحت عالمگیری اور دور قیامت تک ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ **قل یا یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً** (۴۳) **ترجمہ**

"اے محمد! کہہ دیجئے کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں"۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "**کان کل نبی یبعث الیٰ قومه خاصه و بعثت الیٰ کل احمر و اسود**" (۴۴) **ترجمہ** "ہر نبی اپنی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں تمام سرخ و سیاہ قوموں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں"

لہذا آپ ﷺ کی تعلیمات عالمگیر ہے۔ آپ ﷺ کی پیش کردہ تعلیمات محض نظری نہیں بلکہ خود ان پر عمل کر کے انہیں عملی زندگی میں نافذ کیا۔ صرف حضرت محمد ﷺ تمام دنیا کی قوموں کے لیے اور قیامت تک کے لیے نمونہ عمل اور قابل تقلید بنا کر بھیجے گئے۔ اس لیے آپ ﷺ کی سیرت کو ہر حیثیت سے مکمل، دائمی اور ہمیشہ کے لیے محفوظ رہنے کی ضرورت تھی اور یہی ختم

صدر شعبہ اسلامیات، پاکستان شپ اونرز گورنمنٹ ڈگری کالج، نارتھ ناظم آباد کراچی
ایم۔اے، ایم۔ایڈ و ایم۔فل اسلامیات، ریسرچ اسکالر وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون، سائنس و ٹیکنالوجی کراچی

نبوت کی سب سے بڑی عملی دلیل ہے۔(۴۵)ارشادربانی ہے کہ:

"وما ارسلنک الا کافة للناس بشیراً و نذیراً ولکن اکثر الناس لایعلمون "(۴۶)

ترجمہ "اورہم نے آپ ﷺ کوسارے لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اورڈرانے والا بنا کربھیجالیکن اس بات کواکثرلوگ نہیں جانتے"

آپ ﷺ کی ہستی رہتی دنیا تک کے لیے بہترین نمونہ ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنه " (۴۷)

ترجمہ "البتہ تمھارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ موجود ہے"

اسلام کاظہوردرحقیقت دین ابراہیم کی حقیقت کی تکمیل تھی۔اس لیے وہ ابتداہی سے اس حقیقت گم شدہ کی تجدیدواحیاء میں مصروف ہوگیا جس کا قالب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں نے تیارکیاتھا۔(۴۸)

The meaning of the word ISLAM Islam is an Arabic word meaning "submission (to Allah)" and is described as a "Deen" in Arabic, meaning "way of life" and /or "religion". It has an etymological relationship to other Arabic words, such as Salaam, meaning "peace". (49)

براعظم امریکہ سےلیکرایشیاءتک،آسٹریلیاسےلیکریورپ تک افریقہ سےلیکرانٹارٹیکا تک جہاں کہیں انسان آباد ہےوہ پُرامن بقائے باہمی کا خواہشمند ہے۔تشدداورانتہاپسندی سے نفرت کرتا ہے۔(۵۰)اسلام انتہاپسندی کے الزام کی واشگاف تردید کرتے ہوئے دعویٰ کرتا ہے کہ دین اسلام اتفاق واتحادکامذہب ہے۔(۵۱)یہ اخلاق اورمحبت کاپیغام ہے۔(۵۲)انسان کا ناصح ہے۔(۵۳)یہ اخوت و بھائی چارے کا پیغام بر ہے۔(۵۴)یہ آزادی فکر کا حامی ہے ۔(۵۵)یہ دین متعدین (۵۶) کافرین (۵۷) ظالمین (۵۸) مفسدین (۵۹) مسرفین(۶۰) خائنین (۶۱) مستکبرین (۶۲) فرحین (۶۳) کوہرگزپسندنہیں کرتا۔اس کی بجائے یہ دین محسنین

(۶۴) متطہرین (۶۵) صابرین (۶۶) متوکلین (۶۷) مقسطین (۶۸) متقین (۶۹) مطہرین (۷۰) سے محبت رکھتا ہے۔ یہ دین کسی پر ظلم وتشدد ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔ (۷۱) بلکہ زندگی کے ہر لمحے میں امن وسلامتی چاہتا ہے۔ (۷۲) اور اس مقصد کے لیے امر بالمعروف ونہی عن المنکر اپنے اصولوں اور فرائض میں شامل کرتا ہے۔ (۷۳) یہ دین مذہبی انتہا پسندی کی آڑ میں کسی پر ظلم و زیادتی یا تشدد کا روادار ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ فلسفہ انسانیت میں یہ انسان کو اللہ کا نائب اور خلیفہ تصور کرتا ہے۔ (۷۴) یہ دین انسان کی عزت وعظمت کے بارے میں اس قدر حساس ہے کہ یہ ایک انسان کی دوسرے کے ساتھ بدکلامی (۷۵) بدگمانی (۷۶) بدی (۷۷) بہتان (۷۸) بے حیائی (۷۹) کو نہ صرف انسانی قدروں کے خلاف سمجھتا ہے بلکہ ان رذائل کو گناہ تصور کرتا ہے۔ اس کے برعکس انسان کے لیے پاک دامنی (۸۰) پاکیزگی (۸۱) تقویٰ و پرہیزگاری (۸۲) تزکیہ نفس (۸۳) نیکی (۸۴) ثابت قدمی (۸۵)، حسن سلوک (۸۶) خشیت الٰہی (۸۷)، رضائے الٰہی (۸۸) صدق (۸۹) مساوات (۹۰) عفوودرگزر (۹۱) عمل صالح (۹۲) کو انسانی قدروں و منزلت کی علامات اور صفات وقار دیتا ہے اور یہ سارے حوالے میرے نبی ﷺ کی سیرت و کردار کے روشن حوالے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے تیئس سال کی مختصر مدت میں جو حیرت انگیز انقلاب برپا کیا اس برق رفتاری اور اس کے ہمہ گیر اثرات نے ان لوگوں کو بھی انگشت بدنداں کر دیا جو آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے مشن کے سخت مخالف رہے ہیں۔ یہ آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کا حیرت انگیز کرشمہ تھا کہ تیئس سال کی مختصر مدت میں صحرائے عرب کے جو وحشی علم ومعرفت اور تہذیب وتمدن سے بالکل کورے تھے وہ پوری دنیا میں علم وحکمت اور تہذیب وشائستگی کے چراغ روشن کرتے ہیں جو لوگ کل تک ایک دوسرے کے خون سے اپنی پیاس بجھا رہے تھے وہ آپس میں بھائی بھائی بن جاتے ہیں۔ (۹۳)

ثقافت کا مفہوم

ثقافت ایک ایسا تصور ہے جس کی ابتدا اس وقت ہوئی جب انسانی سرگرمی کی پیداوار (Agriculture) اصلی فطرت سے جدا اور ممتاز ہوگئی۔ کاشت شدہ پودا وہ پودا تھا جسے انسان

کی تخلیقی سرگرمی نے تبدیل کیا تھا۔(۹۴)

انگریزی زبان کا لفظ کلچر عربی کے لفظ ثقافت کے ہم معنی ہیں۔اگرچہ اس کے لیے تہذیب کا لفظ بھی بولا جاتا ہے۔ثقافت کے لغوی معنی ہیں زیرک، سبک اور چالاک ہونا، ثقف (۹۵) کے معنی سیدھا کرنا مہذب بنانا، تعلیم دینا اور الثقاف نیزوں کو سیدھا کرنے والے کو کہتے ہیں (۹۶) ھذب کے لغوی معنی شاخ تراشی، پاکیزہ کرنا، درست کرنا ہے۔ھذب کے معنی اصلاح کرنا بھی ہے۔کلچر اسم ہے۔(۹۷) جس کے معنی زراعت، فلاحت، پرورش، تہذیب اور ترقی ہیں۔آکسفورڈ ڈکشنری میں کلچر کے ایک معنی یہ بھی بیان کیے گئے ہیں۔

Intellectual development improvement, Training by (Mental or Physical)

ان تینوں الفاظ کے معنی میں درستی اور اصلاح کا مفہوم پایا جاتا ہے اور یہی معنی ان اصطلاحی تعریفوں میں نمایاں ہیں۔مثلاً راغب علی بیروتی اپنے رسالہ الثقافتہ میں لکھتے ہیں" الثقافتہ۔۔۔ھل ھی الا اصلاح النفس الصحیح الکامل بحیث یکون صاحبھا مرآۃ الکمال والفضائل۔۔۔ اصلاح الفاسد وتقویم المعوج (۹۸) یعنی"ثقافت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ نفس کی صحیح اور کامل اصلاح ہے اس طرح کہ مشقت آدمی کی ذات کمال وفضائل کا آئینہ ہو۔فاسد کی اصلاح اور ٹیڑھے کو سیدھا کرنا ثقافت ہے۔"

جہاں تک لفظ کلچر کا تعلق ہے اس کا مفہوم پوری طرح معین نہیں ہوسکا۔مختلف لوگوں کو اپنے ذوق کے مطابق اس کی تعریفیں کی ہیں جو باہم مناسبت رکھتی ہیں اور مغایریت بھی۔بیگ بی (Bagby) نے اپنی کتاب Concept of Cultuer and History میں Culture کے عنوان سے ایک مستقل باب باندھا ہے جس میں اس نکتہ پر مفصل بحث کی ہے۔(۹۹) اس کا کہنا ہے کہ اس لفظ کا استعمال سب سے پہلے فرانسیسی مصنفین (voltair and Vanvenargues) کے ہاں ہوا۔ان کی نزدیک ذہنی تربیت وتہذیب کا نام کلچر تھا۔جلد ہی اچھے آداب، آرٹ، سائنس اور تعلیم وغیرہ بھی اس میں شامل ہوگئے۔(۱۰۰) آکسفورڈ ڈکشنری کے مطابق انگریزی زبان میں یہ مفہوم 1705ء تک نہیں پایا جاتا۔(۱۰۱) کلچر کی اصطلاح کو

میتھیو آرنلڈ نے اپنے کتاب Culture and Anarchy میں استعمال کیا ہے۔آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس وقت سے لیکر اب تک یہ ایک مبہم لفظ ہے جس کی کئی تعریفیں کی گئی ہیں ۔(۱۰۲) ثقافت کی بے شمار تعریفیں کی گئی ہیں ۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کی تعداد کم از کم 160 (۱۰۳) تک پہنچتی ہی۔ مختلف ماہرین نے ثقافت کی مختلف تعریفیں بیان کی ہیں۔

ٹی ایس ایلیٹ کے مطابق ''ثقافت آداب کی شائستگی کا نام ہے یعنی مدنیت اور انسانیت'' (۱۰۴) ایک اور مقام پر وہ لکھتے ہیں کہ ''ایک خاص مقام پر رہنے والے مخصوص افراد کا طرز حیات'' (۱۰۵)

میتھیو آرنلڈ اپنی کتاب Cultuer and Anarchy میں لکھتا ہے کہ ''کلچر انسان کو کامل بنانے کی بے لوث سعی ہے۔کلچر کمال کی تحصیل ہے۔'' (۱۰۶) اسی کتاب کا مقدمہ نگار خصوصی کلچر کا ذکر اس طرح کرتا ہے'' یہ کلچر آدمیوں کی عام زندگیوں سے پھوٹتا ہے۔اس کلچر کا مطلب انسانی روح کی معمولی زمین کی درتی یا اسے قابل کاشت بنانا ہے۔'' (۱۰۷)

محسن مہدی نے Ibn Khuldun's Philosophy of history میں کلچر کے متعلق تقریباً اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ'' ثقافت نہ تو صلاحیت و استعداد کا نام ہے اور نہ ان خواہشا کا جو آدمی کی ذات کے اندر موجود ہیں بلکہ صحیح طور پر یہ معاشرتی ادارت اور فنی تخلیقات کی عادی اور رسمی صورت کا نام ہے۔(۱۰۸)

فیضی نے کلچر کی دو تعریفیں بیان کی ہیں ایک معاشرتی دوسری انسانی' ایک تعریف کے لحاظ سے وہ تمدن سے بھی زیادہ وسعت رکھتا ہے اور دوسری کے اعتبار سے وہ صرف انسانی روح کی تکمیل ہے۔(۱۰۹) کلچر کی ان مختلف تعریفات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ فلپ بگ بی کی تعریف نسبتاً بہتر ہے۔وہ کلچر کی تعریفات پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ'' آیئے اب اس پر اتفاق کرلیں کہ کلچر جس طرح فکر واحساس کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہے اسی طرح طرز عمل وکردار کے تمام پہلوؤں کو بھی شامل ہے۔'' (۱۱۰) فاضل مصنف نے معاشرت' نفسیات اور تمدن کو سامنے رکھتے ہوئے کلچر کی بہت جامع تعریف کی ہے' کہتے ہیں کہ'' ثقافت معاشرے کے افراد کے داخلی اور ابدی طرز عمل کی باقاعدگیوں کا نام ہے اس میں وہ باقاعدگیاں بھی شامل ہیں جو

صاف طور پر موروثی بنیاد رکھتی ہیں۔"(۱۱۱) فیضی نے اس سے ملتی جلتی بات کہی ہے: "کلچر کسی مخصوص زمانے یا ملک کے عام دانشورانہ معیار کا نام ہے۔"(۱۱۲) ٹی ایس ایلیٹ نے اچھی بات کہی ہے کہ لوگ آرٹ، معاشرتی نظام، رسوم، مذہب وغیرہ کو کلچر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ چیزیں کلچر نہیں بلکہ وہ کچھ ہیں جن سے کلچر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔(۱۱۳)

مشرقی مفکرین کی نظر میں ثقافت

ابن خلدون: ابن خلدون کے خیال میں ثقافت انسانی فطرت کا تجزیہ اور انسانی معاشرے کی تشکیل کے اسباب کو تلاش کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تاریخ کے بیرونی واقعات سے اندرونی گوشوں کی نقاب کشائی کرنا ہے (۱۱۴)

حسنین کاظمی اجتماعی زندگی میں اس بنیاد پر جتنے بھی عملی مظاہرے ہوتے ہیں وہ ثقافت کے دائرے میں آتے ہیں یعنی فکر وعقیدہ یا تمدن اور اعمال۔(۱۱۵)

آغا سہیل: ثقافت کسی ملک کے ادب، طرز معاشرت، فنون لطیفہ، فلسفیانہ خیالات، تمام قسم کی ترقیوں (بشمول مادی) کے اجتماعی احساسات کا مظہر ہوتا ہے۔(۱۱۶)

کلچر جرمن کے لفظ کلٹفر (KULTURE) سے ماخوذ ہے جس میں جوتنے بونے اور اگانے کا استعار پایا جاتا ہے۔ مگر جو کچھ جوتا جاتا ہے وہ زمین نہیں انفرادی وار اجتماعی ذہن ہے۔(۱۱۷) قرآن مجید میں کلچر کا مترادف لفظ فلاح آیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کے آغاز میں ہے کہ "اولٰئک هم المفلحون" (سورہ البقرہ/ آیت نمبر۳) کے الفظ آئے ہیں فلح کے اصل معنی شق یعنی پھاڑنا ہیں۔ زمین پر ہل چلانے پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ اس لیے کسان کو عربی زبان میں فلاح کہا جاتا ہے۔(۱۱۸) پس قرآنی نقطہ نگاہ سے ثقافت سے مراد ان قوائے مضمرہ کا ظہور ہے جو اللہ تعالیٰ نے کائنات کے ذرہ ذرہ میں ودیعت کر رکھے ہیں۔ جب انسان کی مخفی استعدادیں ظاہر ہو جائیں اور کائنات کے ذرے ذرے کو اپنا تابع بنالیں تب کلچر (ثقافت) اپنے نقطہ عروج کو پہنچ جاتی ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے ثقافت کا سرچشمہ وحی الٰہی اور عقل ہیں۔(۱۱۹)

تہذیب : تہذیب عربی زبان کا لفظ ہے۔(۱۲۰) تہذیب کا انگریزی میں متبادل لفظ "کلچر" اور تمدن کا انگریزی میں مترادف لفظ Civilization ہے۔ اس لیے تہذیب کا اصطلاحی مفہوم وہی

ہوگا جو ''کلچر'' کا اصطلاحی مفہوم ہے اور تمدن کا اصطلاحی مطلب وہی ہوگا جو Civilization کا اصطلاحی مطلب ہے۔(۱۲۱)

امام راغب اصفہانی اپنی کتاب مفردات القرآن میں لکھتے ہیں کہ کسی چیز کے بھانپ لینے اور کسی کام کے کرنے میں مہارت اور حذاقت کا نام ثقف ہے۔ اس سے ثقافت کا لفظ مشتق ہے جس کے معنی باہم شمشیر زنی کے ہیں۔ رُمع مُثقف کے معنی ہیں سیدھا کیا ہوا نیزہ اور جس آلہ سے نیزے کو سیدھا کیا جاتا ہے وہ ثقافت کہلاتا ہے۔(۱۲۲)

علامہ زمخشری اپنی کتاب ''اساس'' میں لکھتا ہے کہ مجازاً آداب سکھانے اور مہذب بنانے کے معنی میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ ولوثقیفک ولوقیفک لما کنت شیئا یعنی اگر مجھے نہ سنوارتا اور باخبر نہ کرتا تو میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ اس طرح یوں بھی کہا جاتا ہے کہ تھذبتُ وتثقفتُ الا علیٰ یدک یعنی میں نے تجھ سے ہی ادب اور تہذیب سیکھی۔ راغب علی بیروتی اپنے رسالہ الثقافتہ میں لکھتا ہے کہ ''الثقافتہ !ھی الاصلاح النفس الصحیح الکامل بحیث یکون صاحبھا مراۃ االکمال و الفضائل۔۔اصلاح الفساد وتقویم المعوج (۱۲۳) یعنی ثقافت نام ہے نفس کی صحیح اور کامل اصلاح کا، اس طرح کہ مثقف آدمی کی ذات کمال اور فضائل کی آئینہ ہو۔ فاسد کی اصلاح اور ٹیڑھے کو سیدھا کرنا ثقافت ہے۔

تمدن تمدن کا مادہ ''مدن'' ہے جس کے معنی جگہ بستی اور شہر کے ہیں۔ تمدن کے ٹھیک معنی ہیں آپس میں مل جل کر رہنا۔ اصطلاح میں تمدن کہتے ہیں آپس میں ملنے جلنے، رہنے سہنے کے قواعد و ضوابط، شخصی و جماعتی آزادی، شخصی واجتماعی حقوق وفرائض بجالانے کے قوانین اور انسانی حقوق و فرائض ادا کرنے کے طریقے جو اخلاقی اصول پر منضبط ہیں۔(۱۲۴) تاہم القاموس العصری میں تمدن کے معنی پاک صاف کرنا، شائستہ کرنا اور متمدن کرنا کے ہیں۔(۱۲۵)

تھذیب' ثقافت اور تمدن میں تعلق جب ایک انسان مادی زندگی کی ضروریات اور احتیاجات کے لیے کوشاں ہوتا ہے تو تمدن وجود میں آتا ہے اور جب لطیف جذبات، احساسات، ذہن اور روح کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ذرائع اور وسائل عمل میں لاتا تو ثقافت وجود میں آتی ہے مثلاً ایک فلسفی کے افکار، شاعر کے اشعار، موسیقار کے نغمات سب

ایک انسان کے داخلی احساسات اور کیفیات کا آئینہ دار ہیں۔ گویا تمدن خارجی امور کا مظہر ہوتا ہے اور ثقافت باطنی کیفیات کا مظہر۔(۱۲۶) تہذیب اگر روح ہے تو تمدن جسم ہے۔ تہذیب اصل ہے اور تمدن اس کا مظہر ہے۔ مختصراً ہم کہہ سکتے ہیں کہ تمدن معاشرتی، مادی اور فنی ارتقاء کا نام ہے جبکہ تہذیب روحانی اور ذہنی ارتقاء کا نام ہے۔ (۱۲۷) تہذیب وتمدن لازم وملزوم ہے۔ جب تہذیب عملی شکل اختیار کرتی ہے تو تمدن ظہور میں آتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں تہذیب سوچ اور عقیدے کا نام ہے اور اس کے مطابق عمل تمدن کہلاتا ہے۔(۱۲۸)

ثقافت اور مذہب میتھیو آرنلڈ کے نزدیک کلچر مذہب سے وسیع تر مفہوم رکھتا ہے بلکہ اس کے نزدیک تو مذہب کلچر کا ایک جزو ہے۔ اکثر مصنفین نے کلچر اور مذہب کے ضمن میں یہی بات کہی ہے مثلاً فیضی نے اسلامی کلچر میں اس خیال کو اس طرح دہرایا ہے کہ ''مذہب' زبان' نسل' ملک یہ ہیں وہ عناصر جن سے ثقافت کی بوقلموں ساخت بنتی ہے۔(۱۲۹) آیئے دیکھتے ہیں کہ مذہب کیا ہے؟

مذہب کیا ہے ؟ جب ہم مذاہب عالم کی بات کرتے ہیں تو سب سے پہلے غور کرنا چاہیے کہ مذہب کیا ہے؟

ای بی ٹیلر کے مطابق ''مذہب روحانی موجودات پر اعتقاد کا نام ہے'' (۱۳۰) فرید وجدی نے مذہب کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''مذہب ان معقول خیالات وتصورات کے مجموعے کا نام ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ تمام افراد انسانی رشتے میں منسلک ہو جائیں۔ مذہب نوع انسانی کے لیے ایک ابدی ضابطہ حیات ہے'' (۱۳۱)

۱۔ ''مذہب'' صرف عبادات تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔ جب قوموں نے دین اسلام کو ترک کر کے دوسرے طریقے اختیار کر لیے تو مذاہب بن گئے جو صرف عبادات تک محدود کر دیئے گئے۔(۱۳۲)

۲۔ ''مذہب'' چند اخلاقی اقدار کے مجموعے کا نام ہے اس میں کسی شعبہ میں کسی مخصوص عقیدے' نقطہ نظر یا مسلک کی پیروی کی جاتی ہے' یہ انسان کی پوری زندگی پر محیط نہیں ہوتا۔ اس طور پر ''مذہب'' کو ''دین'' کا جزو کہنا مناسب ہے یعنی ''دین'' اگر ''کل'' ہے تو ''مذہب'' اس کا ایک

''جزو'' ہے۔(۱۳۳)

اسلام دین / مذہب ؟ اسلام نے مذہب کے لیے ''دین'' کی اصطلاح متعارف کرائی ہے۔قرآن وسنت میں اسلام اور دین کی اصطلاح بے شمار مقامات پر استعمال ہوئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام (۱۳۴) '' بے شک اللہ کے نزدیک دین تو صرف اسلام ہے''۔اسی طرح قرآن مجید میں اسلام کے لیے دین الحق (۱۳۵) کے الفاظ بھی آئے ہیں ۔اسلام وہ دین ہے جو انسان کے فکر وعمل کو صحیح خطوط پر چلا کر اسے جسمانی وروحانی دنیا میں بانتیجہ و بارمراد فرماتا ہے۔اسلام دین حق بھی ہے اور کامل بھی جیسا کہ فرمایا ''قل جاالحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا'' ترجمہ '' کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے کے لیے ہی تھا '' (۱۳۶) اسلام کے علاوہ آج کوئی مذہب ایسا جامع ومانع نہیں ہے جو باعتبار اپنی تعلیمات کے اسلام جیسی جامعیت وجاذبیت اور کمال رکھتا ہو۔(۱۳۷)

اسلامی معاشرے میں تہذیب و ثقافت کا ارتقاء

اسلام تہذیبی اور جغرافیائی اعتبار سے دنیا کے ایک پسماندہ ترین خطے میں آیا ہے۔حضرت محمد ﷺ نے جاہل عربوں کو دنیا کی اعلیٰ ترین قوم بنادیا اور انسانی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک ایسا جامع نظام پیش کیا جو روحانی اور مادی ہردو اعتبار سے انسانی مسائل کے حل اور اس کے ارتقاوارتفاع کا ضامن ہے۔(۱۳۸) اسلام تاریخ عالم کا ایک حیرت انگیز اور اہم ترین باب ہے۔اسلام نے نہ صرف عربوں کی کایاپلٹ دی بلکہ اس نے نوع انسانی پر بہت بڑا احسان کیا۔اسلام نے علم کو عوام کی ملکیت بنادیا۔اس نے انسان اور اللہ میں براہ راست رشتہ قائم کیا۔گبن کے الفاظ میں ''اسلام ایک ایسا انقلاب تھا جس نے اقوام عالم کی سیرت پر ایک نئی پائیدار مہر ثبت کردی'' اسلام نے عوام کو اس فرسودہ تہذیب سے باہر نکالا جس نے صدیوں سے ان کے حقوق غصب کر رکھے تھے۔ اسلام نے عوام کو ذہنی اور اخلاقی پستیوں سے نکال کر انہیں تہذیب وتمدن کی رفعتوں تک پہنچادیا۔ (۱۳۹) اسلام کا مادہ اشتقاق ''سلم'' ہے جس کے معنی سلامتی پانے اور محفوظ رہنے کے ہیں۔اس مفہوم میں یہ لفظ حدیث میں استعمال ہوا ہے۔

"المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویدیه "(۱۴۰)

ترجمہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا" کہ دشمن سے جنگ کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت کی دعا کرو کیونکہ تم نہیں جانتے کہ جنگ کی صورت میں تمہیں کیا حالات پیش آئیں گے"(۱۴۱)

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اسلم" یعنی فرماں بردار بن جاؤ تو حضرت ابراہیم نے جواب دیا "اسلمت لرب العالمین" یعنی میں نے تمام جہانوں کے رب کی فرماں برداری اختیار کی۔(۱۴۲)

معروف برٹش مستشرقہ کیرن آرم اسٹرانگ نے لکھا ہے کہ "محمد ﷺ ایک ایسے مذہب وروایت کے بانی تھے جس کی بنیاد تلوار اور جبر پر نہیں تھی۔ مغربی پروپیگنڈے اور افسانے کے باوجود اسلام کا نام امن اور صلح کا مفہوم رکھنے والا ہے"۔(۱۴۳) حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے سوا دوسرے تمام مذاہب کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ نام نہاد امن کے دعویداروں نے خود انسانیت کے خون سے کرہ ارضی کو سرخ بنا کر رکھ دیا ہے۔(۱۴۴)

اسلامی معاشرے کی وسعت لامحدود ہے۔ ہر وہ معاشرہ جہاں اسلامی نظام تمدن اور شریعت کا نفاذ ہو اور قرآن وسنت کی پیروی کی جاتی ہو وہ اسلامی معاشرے میں شامل ہے۔ اسلامی معاشرے کی بنیاد مغربی معاشرے کی طرح زبان وثقافت پر نہیں ہے بلکہ مذہب اسلام کی بنیاد پر معاشرے کی تعمیر ہوتی ہے۔(۱۴۵)

اسلامی تہذیب وثقافت کی ابتداء آپ ﷺ کے زمانے سے ہوئی جب آپ ﷺ نے دین اسلام کی تبلیغ کی اور لوگوں نے اسے قبول کیا۔ آپ ﷺ دین اسلام کے ذریعے دنیا کا عظیم ترین ثقافتی انقلاب لے کر آئے جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ دیکھتے ہی دیکھتے پرانے رسم ورواج جن پر لوگ نسل درنسل عمل کر کے چلے آرہے تھے ختم ہوگئے اب ان کی جگہ نئی اسلامی روایتوں نے لے لی۔ اسلامی تہذیب وثقافت آپ ﷺ سے لیکر خلفائے راشدین کے دور تک تو واضح نظر آتی ہے لیکن اس کے بعد اس کی ہیئت تبدیل ہوتی گئی۔(۱۴۶) اسلامی

تہذیب وثقافت کا بنیادی نقطہ وحدانیت کا تصور ہے۔جس کے گرد اسلامی تعلیمات وعقائد کے تمام جزئیات گھومتے ہیں۔اس طرح اسلامی ثقافت میں تصور زندگی کی وحدانیت کا عقیدہ ہے اور تصور زندگی حقیقت بندگی کا اظہار ہے اور اسی کی پیروی مسلمان کی زندگی کا نصب العین ہے۔ افکار وعقائد کے تحت اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات رکھتا ہے اور اخلاقی تربیت کے اس کے پاس بہترین اصول ہیں اور دین اسلام کی صورت میں اس کے پاس نظام زندگی کی دستاویز ہے اور ان تمام پہلوؤں کا اگر حقیقی نظر اور تجزیاتی انداز سے جائزہ لیا جائے تو اسلامی ثقافت دراصل بین الاقوامی ثقافت کی بنیاد اور ضرورت ہے۔(۱۴۷)

قدیم تہذیبیں اور ان کا ارتقاء

The earliest known civilizations arose in Mesopotamia between the Tigris and Euphrates rivers in modern-day Iraq, Persia in modern day Iran, the Nile valley of Egypt, the Indus Valley region of modern-day Pakistan and North India, and the parallel development of Chinese civilizations in the Huang He and Yangtze River valleys of China. Smaller civilizations arose in Elam in modern-day Iran, and on the island of Crete in the Aegean Sea, as well as the Olmec civilization and the Caral civilization in modern-day Mexico and Peru.(148)

طلوع اسلام کے وقت دنیا میں جہالت وتاریکی کا دور دورہ تھا۔انسانی معاشرہ متعدد خطوں میں منقسم تھا۔تاہم زمانہ قبل از اسلام میں مختلف ادوار میں دنیا میں متعدد تہذیبیں عروج پر آئیں ذیل میں ان تہذیبوں کا سرسری خاکہ دیا جاتا ہے تاکہ یہ اندازہ ہو سکے کہ اسلام نے آکر دنیا میں کیا انقلاب عظیم برپا کیا۔(۱۵۰)

آشوری / بابلی / سمیری تہذیب جس ملک کو آج کل عراق کہتے ہیں اسے عہد نامہ قدیم میں ''ارم نہرین'' کہا گیا ہے۔یونانی زبان کے لفظ میسوپوٹیمیا کا معنی بھی یہی

ہے۔(۱۵۱) دنیا کی وہ پہلی تہذیب جس نے وادی دجلہ اور فرات کو اپنا گہوارہ بنایا تاریخ میں سمیری تہذیب کے نام سے موسوم ہے۔(۱۵۲) قدیم زمانہ میں عراق دنیا کی تہذیب کا مرکز ہے اور یہاں آشوری اور بابلی تہذیبیں جلوہ گر ہوئی۔کوئی 4000 ق۔م میں بابلی سلطنتیں قائم ہوئی۔ پھر دو ہزار قبل مسیح کے قریب آشوریوں نے سارے عراق پر قبضہ کرلیا۔آشوریوں نے بابلی تہذیب کو اپنایا اور اس میں بہت سے نئے اضافے کیے۔اہل بابل نے لکھنے کا طریقہ ایجاد کرلیا۔اس سے ان کی علمی وادبی ترقی میں بہت مدد ملی۔(۱۵۳)

The Mesopotamian civilization of Sumer is officially is believed to have begun around 4000-3500 BC. It ended at 2334 BC with the rise of Akkad, and is the world's first civilization(154)

مصری یا اسرائیلی تہذیب مشہور یونانی مورخ ہیروڈوٹس (۱۵۵) نے مصر کو دریائے نیل کا تحفہ قرار دیا ہے۔(۱۵۶) دنیا کی دوسری قدیم ترین تہذیب مصری تہذیب ہے جس کا گہوارہ دریائے نیل کی وادی رہی ہے اور اس کی تاریخ تقریباً ۳۰۰۰ سال پر مشتمل ہے۔ (۱۵۷)

The Egyptian civilization of the Nile Valley started at around 3200 BC. It ended at around 343 BC, at the start of the Achaemenid dynasty's control of Egypt. (158)The civilization of ancient Egypt developed over more than three millennia. It began with the political unification of the major Nile Valley cultures under one ruler, the first pharaoh, around 3150 BC,(159) and led to a series of golden ages known as Kingdoms, separated by periods of relative instability known as Intermediate Periods. After the end of the last golden age, the New Kingdom, the civilization of ancient Egypt entered a period

of slow, steady decline, when Egypt was conquered by a succession of foreign adversaries. The power of the pharaohs officially ended in 31 BC, when the early Roman Empire conquered Egypt and made it a province of the Empire.(160)

بازنطینی یا رومی تہذیب

Ancient Rome was a civilization that grew from a small agricultural community founded on the Italian Peninsula in the 9th century BC to a large empire straddling the Mediterranean Sea. In its 12 centuries of existence, Roman civilization shifted from a monarchy, to a republic based on a combination of oligarchy and democracy, to an autocratic empire. It came to dominate Western Europe and the area surrounding the Mediterranean Sea through conquest and assimilation(161)

روم کی بنیاد753ق م میں رکھی گئی تھی ۔ یہ گڈریوں کی کمیونٹی تھی جس نے بڑھتے بڑھتے تاریخ کی ایک عظیم الشان سلطنت بنائی ۔100ق م جب یہ سلطنت اپنے نقطہ عروج پر تھی، یہ یورپ کے آدھے حصے پر چھائی ہوئی تھی ۔476ء میں جرمن نسل کے قبائل نے آخری رومن شہنشاہ کا تختہ الٹ دیا۔رومن تہذیب نے مغربی تہذیب کے ارتقاء پر زبردست اثر ڈالا ۔(۱۶۲)

ایرانی تہذیب تقریباً1500 قبل مسیح آریائی نسل کے قبائل دریائے دجلہ کی مشرقی سرزمین میں داخل ہوئے اور دور تک پھیلتے چلے گئے ۔اور یہی سے ایرانی تہذیب شروع ہوتی ہے ۔(۱۶۳) ایرانی کئی بڑی بڑی تہذیبیں دیکھیں ۔ اس کی قدیم ترین تہذیب وہ تھی جسے جمشید' فریدون' کیمرث اور ہوشنگ نے جنم دیا۔تین سو قبل مسیح میں اسکندر یونانی ایران آیا۔بعد میں رومی تہذیب سے ایران کا رابطہ پیدا ہوا اور ساتویں صدی عیسوی کے نصف اول میں وہاں اسلام جا پہنچا۔باقی تہذیبوں کی کیفیت وہی تھی جو ابر بہار کی کہ برس کر کھل گیا۔لیکن چند روز بعد زمین پھر

پیاسی ہوگئی۔(۱۶۴)

وادی سندھ کی تہذیب بیسویں صدی کے اوائل میں موہنجودڑو اور ہڑپہ کے مقامات پر باقیاتی تفتیش کے بعد ایک نہایت ہی اعلیٰ قسم کی تہذیب کے نشانات دریافت ہوئے ہیں اور یہ اندازہ لگایا گیا ہے کہ یہ تہذیب تقریباً پانچ ہزار قبل مسیح کی تہذیب ہے۔(۱۶۵) اور مصر، بابل، سمیریا اور اشوریہ کی تہذیبوں کی ہمعصر ہے۔ وادی سندھ کو اس طرح وہی مقام حاصل ہے جو وادی نیل، وادی دجلہ فرات کو ہے۔(۱۶۶)

یونانی تہذیب تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے یونان میں ایک عظیم تہذیب کا عروج ہوا جس کو مغربی تہذیب کا منبع خیال کیا جاتا ہے۔ یہ تہذیب چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر قائم تھی۔ جن میں سب سے مشہور ایتھنز اور سپارٹا کی تھی۔ یہ تہذیب پانچویں صدی ق۔م میں اپنے نقطہ عروج کو پہنچی جس کو سنہری عہد کہا جاتا ہے۔۴۳۱ق۔م میں طاعون، امیروں اور غریبوں کے درمیان خون ریز فسادات کے باعث یونانی تہذیب کا انحطاط ہوگیا۔(۱۶۷)

تہذیب کے عناصر ترکیبی تہذیب اور اس کی حقیقی روح کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے عناصر ترکیبی کا جائزہ لیا جائے۔ یہ عناصر پانچ ہیں۔

۱۔پہلا عنصر :(تصور زندگی) (۱۶۸) کسی تہذیب کا پہلا عنصر یہ ہے کہ اس کا دنیوی زندگی کے متعلق کیا تصور ہے۔ وہ اس دنیا میں انسان کو کیا مقام دیتی ہے کائنات اور انسان کا باہمی تعلق کیا ہے؟(۱۶۹) نیز یہ کہ اس کی نظروں میں یہ جہاں کیا ہے(۱۷۰) اسلامی تہذیب انسان کو اعلیٰ و ارفع مقام دیتی ہے جبکہ عیسائیت انسان کو پیدائشی گناہ گار قرار دیتی ہے۔ عیسائیت کے آغوش میں جو بھی تہذیب پرورش پائے گی اس میں انسان ایک گھٹیا مقام پر کھڑا ہوگا۔ ہندومت ذات پات کا قائل ہے اور شودر کو سوسائٹی میں وہ مقام دینے کو تیار نہیں جو برہمن کو حاصل ہے۔ اس ذات پات کے بطن میں جو بھی تہذیب جنم لے گی وہ نسل انسانی میں تفریق پیدا کردے گی۔(۱۷۱) قرآن میں آتا ہے کہ ا۔"ولقد کرمنا بنی آدم(۱۷۲) یعنی ہم نے نوع انسانی کو قابل تکریم بنایا ہے۔ ۲۔ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم (۱۷۳) تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ مکرم وہ ہے جو تم سے زیادہ متقی ہے۔ ۳۔لقد خلق الانسان فی احسن تقویم (۱۷۴) بے شک انسان

کو بہترین سانچہ میں ڈھالا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر فرمایا:
لافضل العربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علیٰ عربی ولا لاحمر علیٰ اسود ولا لاسود علیٰ احمر الا بالتقوی یعنی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب۔(۱۷۵)

۲۔دوسرا عنصر :(مقصد زندگی) (۱۷۶) انسانی زندگی کا کیا مقصد ہے اور وہ کون سی منزل ہے جس کے لیے انسان کو کوشش کرنی چاہیے؟ (۱۷۷) وہ کون سی منزل ہے جس تک پہنچنے کے لیے انسان کو سعی کرنی چاہیے۔ وہ کون سا نصب العین ہے جس کے حصول کے لیے اولاد آدم کو کام کرنا ہے۔ یہی مقصد و نصب العین کا سوال انسان کی عملی زندگی کا رُخ اور اس کی رفتار متعین کرتا ہے۔(۱۷۸)

اسلام میں انسانی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ
ا۔ یایھا الناس اعبدہ (۱۷۹) اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی ہو۔ ۲۔ وما خلقت الجن (۱۸۰) میں نے جن اور انسان اس لیے پیدا کیے ہیں کہ وہ میری عبادت کریں۔

۳۔تیسرا عنصر:(بنیادی عقائد و افکار)(۱۸۱) اس تہذیب کی بنیادی کن عقائد اور افکار پر ہے وہ افکار اور عقائد انسانی زندگی پر کس طرح اثر انداز ہوتے ہیں ؟(۱۸۲) تہذیب انسانی ذہن کو کس سانچے میں ڈھالنا چاہتی ہے؟ اور انسان کے دل میں کس نوعیت کے جذبات کو پروان چڑھانا اس کے پیش نظر ہے؟ کسی تہذیب کی خوبیوں اور خامیوں کو پرکھنے کے لیے اس کے بنیادی عقائد و نظریات کو سمجھنا ضروری ہے۔(۱۸۳) اسلامی تہذیب کے بنیادی عقائد اور افکار پانچ ہیں۔ توحید، ملائکہ پر ایمان۔ آسمانی کتابوں پر ایمان، رسالت پر ایمان اور آخرت پر ایمان۔(۱۸۴)

۴۔چوتھا عنصر:(انسان کی تربیت)(۱۸۵) وہ تہذیب سوسائٹی کے افراد کو کن کن اخلاق کا حامل بنانا چاہتی ہے اور کن کن باتوں سے بچنے کی ہدایت کرتی ہے؟(۱۸۶)۔ وہ کون سے اوصاف اور کون سی عادات ہیں جنہیں وہ انسان میں پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

بنیادی سوال یہ ہے کہ اس تہذیب کی اخلاقی تربیت سے کیسا انسان بنتا ہے۔(۱۸۷) اسلامی تہذیب میں اخلاق کو اہم مقام حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی اغراض میں سے ایک غرض اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی "یزکیھم"(۱۸۸) وہ انہیں پاک کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:ا۔ "**بعثت لاتمم مکارم الاخلاق** (۱۸۹) مجھے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے مبعوث کیا گیا ہے"

۲۔ **اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقاً** (۱۹۰) مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ہے وہ جس کے اخلاق اچھے ہیں۔

۵۔پانچواں عنصر : (اجتماعی ڈھانچہ) (۱۹۱) اس تہذیب کا اجتماعی نظام کیا ہے۔اجتماعی نظام ایک فرد کی زندگی سے لیکر بین الاقوامی زندگی پر پھیلا ہوا ہے۔(۱۹۲) اس کو کن حدود کا پابند کیا گیا ہے۔اس کو آزادی دی گئی ہے تو کس حد تک اور پابند کیا گیا ہے تو کس حد تک؟ (۱۹۳) اسلامی تہذیب کا پانچواں ترکیبی عناصر اس کا اجتماعی نظام ہے جو ایک فرد کی زندگی سے لیکر بین الاقوامی زندگی پر پھیلا ہوا ہے۔ اسلامی تہذیب کا اجتماعی نظام، معاشرت، تقسیم دولت اور ریاست پر مشتمل ہے قرآن کا موضوع ہی اسلام کا اجتماعی نظام ہے۔(۱۹۴) انہی عناصر کی بنا پر ایک تہذیب دوسری تہذیب سے ممتاز ہوتی ہے۔مختلف تہذیبوں کے بنیادی اجزاء میں جتنا فرق ہوگا اتنا ہی فرق ان تہذیبوں کے مظاہر میں بھی ہوگا۔(۱۹۵)

سورہ العصر اور اسلامی تہذیب کے عناصر قرآن پاک میں ایک سورۃ ہے جو اپنے معانی کے اعتبار سے صحابہ کرام کی سورۃ ہے۔صحابہ آپس میں ایک دوسرے کو اس کی نگہداشت کرنے اور ملاقات اور جدائی کے وقت اسے پڑھنے کی تاکید کرتے تھے۔اور امام شافعی نے تو اس کے بارے میں کہا ہے کہ اگر قرآن میں صرف یہی ایک سورۃ ہوتی تو بھی لوگوں کے لیے کافی ہوتی یہ "سورۃ العصر" ہے۔(۱۹۶) ارشاد ربانی ہے کہ وَالْعَصْرِ (۱) إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ (۲) إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (۳) (۱۹۷) **ترجمہ** "زمانہ کی قسم انسان درحقیقت گھاٹے میں ہے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔"

یہ سورۃ تہذیب کے تمام عناصر کا پوری وضاحت کے ساتھ احاطہ کرتی ہے۔انسان' اجتماعیت' زمانہ اس طرح یہ سورۃ مسلسل تہذیبی عمل پر بھی مشتمل ہے۔عمل اور مبادی اور اصولوں کا نفاذ۔اس سورۃ میں بڑے عمیق اشارات بتاتے ہیں کہ نفاذ کا تعطل تہذیب کا تعطل ہے اور اس سے جمود لازماً پیدا ہو جاتا ہے اور از سر نو نفاذ کامل اور تیاری امت کے انتظار میں تہذیب کو ڈال دیتا ہے ۔(۱۹۸) مغربی تہذیب چند جغرافیائی حد بندیوں کی مرہون منت نہیں بلکہ کچھ خاص عقائد' اقدار اور نظریات پر مبنی ایک مخصوص ذہنیت کی عکاس ہے۔مغربی تہذیب کا ارتقاء عیسائیت کی شکست و ریخت کا نتیجہ ہے۔عیسائیت میں خدا اور بندے کے باہمی تعلق کے لیے احکام موجود ہیں لیکن بندے کے بندے سے تعلق کے لیے واضح احکامات موجود نہ تھے۔(۱۹۹)

اسلامی تہذیب عالمگیر تہذیب اسلامی تہذیب عالمگیر تہذیب ہے ۔(۲۰۰) اسلامی تہذیب کے بنیادی اصول نسل انسانی کے لیے ہیں۔اسلام سے قبل کسی مذہب نے بھی عالمگیر تہذیب کی بنیاد نہیں ڈالی۔ہندوؤں کا یہ ایمان ہے کہ برہما صرف ان کی قوم کا خدا ہے اور وہی اس کی چہیتی قوم ہے۔ہندوستان سے باہر جتنی بھی قومیں بستی ہیں وہ سب کی سب ناپاک ہیں ان کے چھو جانے سے ان کی ہر چیز ناپاک ہو جاتی ہے۔غیر ہندو ہندوؤں کے برتن کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ ہندو قوم صرف غیر ملک کے رہنے والوں سے ہی نفرت نہیں کرتے بلکہ ہندوستان میں 26 کروڑ دیگر اقلیتوں سے تعلق رکھنے والوں کو بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ (۲۰۱)

یہودی قوم کا نظریہ بھی یہی ہے یہودہ صرف ان کا ہی خدا ہے اور وہ اس کی محبوب ترین قوم ہیں۔نجات صرف یہودیوں کے لیے ہے۔ قرآن کریم نے ان تعصبات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے

۱۔ "نحن ابناء اللہ (۲۰۲) یعنی ہم خدا کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔

۲۔ ولا تومنوآ (۲۰۳) یعنی صرف اسی شخص پر ایمان لاؤ جو تمہارے دین کا پیروکار ہے۔

۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر ہیں انہوں نے صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ میں بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا ہوں

(۲۰۴) اپنے شاگردوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔(۲۰۵) نجات صرف یہودیوں کے لیے ہے۔(۲۰۶) پس ہندو، یہودی اور عیسائی تہذیب صرف قومی تہذیب ہے۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جس نے ایک عالمگیر تہذیب کی بنیاد ڈالی۔(۲۰۷) فرمایا: الحمد للہ رب العالمین (۲۰۸) اسلام کا خدا صرف مسلمانوں کی ہی رب نہیں بلکہ تمام دنیا کی اقوام کا پروردگار ہے۔ رب المشرق والمغرب (۲۰۹) اسلام کا خدا اہل مشرق کی تربیت ونشوونما کرتا ہے اور اہل مغرب کا پروردگار ہے۔ اس کے سوا کوئی اور دوسرا خالق نہیں اور ربوبیت کرنے والا نہیں۔ اسی کو اپنا کارساز بنانا چاہیے۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ

ا۔ ھدی للناس (۲۱۰) تمام روئے زمین کے لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔

۲۔ ذکر للعالمین (۲۱۱) تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔

رسول کریم ﷺ کے متعلق ارشاد ہے کہ رحمۃ للعالمین (۲۱۲) یعنی تمام جہانوں کے لیے رحمت کا پیغام لیکر آئے ہیں۔ غرضیکہ اسلام ہی ایک ایسی عالمگیر تہذیب کی بنیاد ڈالتا ہے جس کے اندر شان عالمگیریت پائی جاتی ہے۔

مسلم فکر و تہذیب دنیاوی ترقی اور کامیابی کی کلید ہے

یہ بات واضح ہے کہ مسلمانوں کا دین انہیں دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کی ضمانت دیتا ہے (۲۱۳)۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسلام کا مقصود ومنتہائے آخرت میں اللہ کی خوشنودی ہے (۲۱۴)۔ انسان اللہ کا عبد یعنی بندہ اور غلام ہے (۲۱۵) اور اس کا کام یہ ہے کہ دنیا کی یہ زندگی اللہ کے احکام کے مطابق گزارے۔

مسلمان معاشرہ بحیثیت مجموعی جب تک اسلامی تعلیمات پر عمل کرتا رہا وہی دنیا میں غالب رہا۔ وہ تعلیم، تحقیق، سماجی علوم، سائنس وٹیکنالوجی، معیشت، معاشرت، دفاع غرض زندگی کے سارے شعبوں میں ساری دنیا سے آگے تھے، لیکن جب اس نے اسلامی تعلیمات اور اس کے تقاضوں پر عمل چھوڑ دیا تو وہ دنیاوی لحاظ سے بھی کمزور وناتواں ہوگیا اور حریفوں کے لیے تر نوالہ ثابت ہوا۔ جنہوں نے اسے زیر کرنے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہ کی۔(۲۱۶)

اہل مغرب بھی ایک منفرد فکر اور مخصوص تہذیب رکھتے ہیں

جس طرح مسلمانوں کا ایک مخصوص نقطہ نظر ہے ان کا ایک خاص عقیدہ اور دین ہے اور اس پر مبنی ایک منفرد تہذیب ہے۔ اسی طرح اہل مغرب کا بھی ایک خاص نقطہ نظر ہے۔ ان کی بھی ایک مخصوص فکر اور ان فکری اساسات کی بنیاد پر ان کی بھی ایک منفرد تہذیب ہے۔ مغرب کی فکری تحریکوں نے ایک طرف تو مذہب کو فرد کا ذاتی اور نجی مسئلہ قرار دے کر اسے اجتماعی زندگی کے وسیع میدان سے دیس نکالا دیا (سیکولرازم) (۲۱۷) تو دوسری طرف فرد کو مکمل طور پر مادر پدر آزادی ور خود مختاری دے کر اسے خدا کے مقابلے میں مختار مطلق بنادیا (ہیومنزم) (۲۱۸) اور دنیا ہی کی کامیابی کو اپنا ہدف و مطمح نظر اور ہر قسم کی انسانی سرگرمیوں اور اہداف کا مرکز قرار دے کر آخرت کے تصور کو بے معنی کر دیا (میٹیریلزم) (۲۱۹) اور وحی کی برتری کا انکار کرتے ہوئے عقل، حس اور تجربہ و مشاہدہ کو معیار حق و باطل قرار دیا (امپریسزم) اور اسی طرح رسالت کے ادارے کو ملیا میٹ کر دیا وار آزادی کے دل فریب نعرے کی آڑ میں عورت کو مکمل آزادی دے کر جنسی اباحت، عریانی، فحاشی اور زنا کاری کا رواج دیا۔ خاندانی نظام کو برباد کیا، عورت کو متاع بازار بنایا اور یوں معاشرت کا ستیاناس کر دیا۔ (لبرل ازم) (۲۲۰) فرائڈ نے جنسی جبلت کو مرکزی حیثیت دے کر اور ہر قیمت پر اس کی تسکین کو ذہنی صحت کے لیے ضروری قرار دے کر مغربی فرد کو جنس زدہ حیوان بنادیا۔ (فرائیڈازم) (۲۲۱) اور ڈارون نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہ انسان بھی دوسرے جانداروں کی طرح ایک حیوان ہی ہے، اس کے اشرف المخلوقات ہونے کے تصور کو دریا برد کر دیا۔ (ڈارون ازم) (۲۲۲) مغرب کی سیاسی فکر کے مطابق آزادی کا تقاضا ہے کہ اس کے نمائندے پارلیمنٹ میں جو قانون چاہیں بنائیں یعنی جس چیز کو چاہیں حلال قرار دیں وار جس کو چاہیں حرام کہہ دیں۔ چنانچہ مغربی ممالک کی اسمبلیاں شراب، زنا، جوئے، ہم جنس پرستی، ہم جنس شادی وغیرہ کو حلال قرار دے چکی ہیں۔ (ڈیموکریسی) (۲۲۳) اسی طرح مغرب کے معاشی مفکرین کے مطابق جب دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے تو یہاں ہر قیمت پر خوشحالی آنی چاہیے اور پیسہ وافر ہونا چاہیے تاکہ آسائشوں اور نعمتوں (بلکہ لامحدود عیاشیوں) کا سامان کیا جاسکے۔ چنانچہ سرمائے کی بڑھوتری کے لیے سود، سٹہ اور ہر قسم کے (جائز و ناجائز) ذرائع اختیار کرنے کا مسلک

اپنایا گیا۔(کیپٹل ازم)(۲۲۴) انیسویں صدی کے آخری چوتھائی میں یورپ میں مادیت انتہائی عروج پر تھی۔ اٹھارہویں صدی میں سائنس پوری طرح مذہب کو شکست دے چکی تھی۔ جدید فلسفہ اور نئے علوم حکمت کی رہنمائی میں سیاسیات، معاشیات، اخلاقیات اور اجتماعیات کے پرانے نظریے باطل ہو کر نئے نظریئے قائم ہو چکے تھے۔ یورپ میں ایک خاص تہذیب پیدا ہو چکی تھی۔ جس کی بنیاد کلیۃً انہی جدید نظریوں پر قائم تھی۔ تاہم تخیلی دنیا میں مذہبی اعتقاد کی تھوڑی سے جگہ باقی رہ گئی تھی۔(۲۲۵) مغربی تہذیب میں خدا سے بیزاری(Theophobia)(۲۲۶) کا مرض ایک عام وبا کی طرح پھیل گیا۔ خدا پرستی کو توہم(Superstition)(۲۲۷) قرار دینا، مذہب کو لغو اور مذہبیت کو تنگ نظری و تاریک خیالی کہنا اور نیچریت(Naturalism)(۲۲۸) کو روشن خیالی کا ہم معنی سمجھنا فیشن میں داخل ہو چکا تھا۔ روحانیت(Spiritualism) یا فوق الطبیعیت(Super Naturalism) کی تائید میں کچھ کہنا اس وقت کا درجہ رکھتا تھا۔(۲۲۹)

مغربی فکر و تہذیب کا خلاصہ

۱۔ انسان کو خدا اور مختار مطلق بنا دینا۔

۲۔ دنیا ہی کو سب کچھ سمجھنا۔(گویا آخرت کی نفی)

۳۔ تجربے اور مشاہدے کو معیار حق سمجھنا۔(یعنی وحی اور رسالت کا خاتمہ)۔

اسلامی حوالے سے اس کا کیا مطلب ہے؟ توحید، رسالت اور آخرت کی نفی۔ انہی فکری اساسات کی بنیاد پر مغربی علوم پروان چڑھے ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کو ترقی ہوئی۔ انفرادی اور اجتماعی رویوں کی تشکیل ہوئی ہے اور وہاں ایک مخصوص تہذیب و ثقافت نے جنم لیا ہے۔(۲۳۰) اسلامی اور مغربی فکر تہذیب ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

اسلامی فکر و تہذیب	مغربی فکر و تہذیب
۱ انسان اللہ کا عبد ہے۔ اپنے خالق و مالک کی خوشنودی اور اس کی عباد ت و اطاعت ہی اس کا آخری ہدف ہے۔	۱ نسان اپنا خدا خود ہے اور جو فیصلے چاہے کر سکتا ہے۔

۲ ہر قیمت پر اخروی کامیابی۔ آخرت کو دنیا کی زندگی پر ترجیح	۲۔ ہر قیمت پر دنیاوی ترقی کہ دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے۔
۳۔ دنیا کی محبت گناہوں کی جڑ ہے	۳۔مادہ پرستی اور دنیا سے محبت ترقی کی معراج ہے
۴۔ عفت وعصمت، حیا، نکاح اور خاندان کے اداروں کی حمایت	۴۔عورت کی مادر پدر آزادی اور خاندان کا خاتمہ
۵۔عورت اور مرد کا الگ الگ دائرہ کار نیز متقی اور فاجر میں فرق	۵۔مساوات یعنی عورت وار مرد ہر لحاظ سے برابر اور ہر فرد کی رائے برابر
۶۔ حلال حرام کا اختیار اللہ کو ہے	۶۔فرد اور کے نمائندوں یعنی ارکان پارلیمنٹ کو حلال وحرام کے تعین کا لامحدود حق (شراب، زنا، سود، جوا وغیرہ حلال)
۷۔رزق حلال، سادگی، قناعت، انفاق اور صلہ رحمی	۷۔ہر قیمت پر سرمائے کی بڑھوتری، خواہ سٹہ، سود کے ذریعے (۲۳۱)

اصل تہذیب اسلامی تہذیب ہے۔ مغرب کی کیا تہذیب ہے؟ وہاں تو تہذیب کا بیڑا غرق ہو چکا ہے۔ آج مغرب ٹیکنالوجی میں اپنی برتری کی بنیاد پر کھڑا ہوا ہے' تہذیب کی بنیاد پر نہیں۔ جس ملک کا صدر یہ کہتا ہو کہ عنقریب ہماری قوم کی اکثریت حرام زادوں پر مشتمل ہوگی وہاں تہذیب کہاں رہی۔ (۲۳۲) اقبال کا کہنا غلط نہیں تھا۔ ؎ تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی (۲۳۳)

ان کی تہذیب مر چکی ہے البہ ان کا تمدن ابھی کچھ کھڑا ہے۔ سیاسی نظام میں کچھ جان ہے اور ٹیکنالوجی کھڑی ہوئی ہے۔ ساری طاقت ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر ہے جس کی اقبال نے پیشگوئی کی تھی

دنیا کو ہے پھر معرکہ روح وبدن پیش تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پامردی مومن پہ بھروسہ ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا (۲۳۴)

اسلامی تہذیب بے مثال تہذیب و ثقافت اسلامی تعلیمات کے نتیجے میں ایسی بے مثال تہذیب و ثقافت وجود میں آئی جس کا امکانی رقبہ اقصائے مشرق سے اقصائے مغرب تک اور زمانہ وقفہ 1400 سال پر پھیلا ہوا ہے۔ اور اس زمانی ومکانی وسعت اور اس تہذیب کے عظیم امکانات اور دوررس اور دیرپا عناصر ومضمرا تنے تقریباً تمام ہی انسانی تہذیبوں کو کم وبیش متاثر کیا۔ صلیبی جنگوں، قسطنطنیہ کی فتح اور پھر اندلس کی اسلامی حکومت کے ذریعے اسلام تہذیب نے مغربی علوم وفنون اور صنعت وسائنس کی ترقی میں جو مؤثر وفعال کردار ادا کیا ہے اس پر ماضی قریب اور حال میں مثالیں مشکل سے ملتی ہیں لور اس پر متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں(۲۳۵) جن میں گستاؤلی بان(۲۳۶) کی ''تمدن عرب''، رابرٹ بریفالٹ(۲۳۷) کی Making of Humanity، اے جے ٹائن بی(۲۳۸) کی Study of History، جارج سارٹن((۲۳۹) کی History of Science، ڈاکٹر تارا چند(۲۴۰) کی Influence of islam on Indian Culture زیادہ ممتاز ہیں۔

بین الاقوامی تہذیب و ثقافت پر اسلام کے اثرات و احسانات

اسلام نہ صنعتی تہذیب کورد کرتا ہے نہ اس سے اغماض برتتا ہے اور نہ اس سے نفرت کرتا ہے کیونکہ صنعتی تہذیب کی ابتداء تو خود اسلام کے تجربی علم سے ہوئی۔ یہ تجربی علم اندلس کی جامعات اور مشرق سے یورپ پہنچا۔ جبکہ کلیسا نے ان کے خلاف سخت جنگ برپا کی جو بالآخر کلیسا اور کلیسائی مذہب کی شکست پر منتج ہوئی۔(۲۴۱)

اسلام اور انسانی تہذیب وثقافت وتمدن ایک زندہ اور واقعاتی موضوع ہے جس کا تعلق بعثت محمدی ﷺ اور اسلامی پیغام وتعلیمات ہی سے نہیں، زندگی کے حقائق، انسانیت کے حال ومستقبل اور تہذیب وتمدن کی تعمیر ورہنمائی میں ملت اسلامیہ کے تاریخی کردار سے بھی ہے۔(۲۴۲)

انسانی تہذیب میں اسلامی تاثرات کے تعیین وتحدید ایک مشکل اور تقریباً ناممکن کام ہے اس لیے کہ یہ اثرات انسانی تہذیب کے وجود کا حصہ اور اس کا گوشت پوست بن گئے ہیں اور اس کے خون میں اس طرح سرایت کر گئے ہیں کہ دنیا کی قومیں اب ان اثرات کو پہچانتی بھی نہیں

ہیں اور نہ انہیں کبھی یہ خیال گزرتا ہے کہ یہ اثرات باہر سے آئے ہیں۔ اور کسی عالمگیر دینی دعوت و انقلاب کا نتیجہ ہیں۔ اس لیے کہ وہ ان کے وجود کا ایک حصہ ان کے فکر و ذہن اور تمدن و زندگی کا لازمی جزء بن گئے ہیں۔(۲۴۳) مشہور ہندوستانی فاضل کے ایم پانیکر (۲۴۴) اسلامی عقیدہ توحید کے ہندوستانی ذہن و فلسفہ پر اثرات سے بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''یہ ایک مسلم بات ہے کہ ہندو مذہب پر اسلامی عہد میں اسلام کا بڑا گہرا اثر اپڑا، ہندوؤں میں اللہ کی عبادت کا تصور اسلام کا نتیجہ ہے۔''(۲۴۵)

ہندوستان آتے وقت مسلمان اپنے ساتھ جو سب سے عجیب چیز لائے وہ انسانی مساوات کا تصور تھا جس سے ہندوستان آشنا نہ تھا۔ مسلم معاشرہ میں نہ طبقاتی تقسیم تھی، نہ شودر تھے، نہ کوئی پیدائشی نجس تھا، نہ کسی پر تعلیم بند تھی، نہ پیشوں کی مستقل و دوامی تخصیص تھی، وہ مل جل کر رہنے، ایک دسترخوان پر کھاتے سب ایک ساتھ پڑھتے لکھتے اور حسب مرضی پیشے اپناتے تھے، یہ ہندوستانی ذہن اور معاشرہ کے لیے ایک چیلنج تھا۔(۲۴۶)

سابق وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ'' ہندوستان کی تاریخ میں شمال مغربی ہند کے فاتحین اور اسلام کی آمد کی بڑی اہمیت ہے اس نے ہندو معاشرہ کے فساد کو ظاہر کر دیا اس نے طبقاتی تقسیم، چھوت چھات اور ہندوستان کی دنیا سے علیحدگی کو بھی نمایاں کر دیا۔''(۲۴۷) مشہور مستشرق پروفیسر گب (۲۴۸) عالمی تہذیب کے لیے اسلام کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اسلام کو بھی انسانیت کی ایک اور خدمت انجام دینی ہے۔ لوگوں کے رماتب، مواقع اور عمل کے لحاظ سے نسلوں کے درمیان مساوات قائم کرنے میں کسی سوسائٹی نے اس کی جیسی کامیابی نہیں حاصل کی ہے۔ اگر مشرق و مغرب کی عظیم سوسائٹیوں میں مخالفت کے بجائے باہمی تعاون پیدا ہونا ہے تو اس کے لیے اسلام کی خدمات حاصل کرنا لازمی ہوگا۔''(۲۴۹) ٹائن بی اسلامی تہذیب کی عطا کردہ اسلامی مساوات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''مسلمانوں کے درمیان نسلی امتیاز کا خاتمہ اسلام کے عظیم کارناموں میں سے ایک ہے اور موجودہ دور میں تو اسلام کی یہ سعادت وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔''(۲۵۰) ہندوستان کی معروف و ممتاز خاتون سروجنی نائیڈو (۲۵۱) اسلامی تہذیب کی عطا کردہ اخوت و مساوات کا

کھلے دل سے اس طرح اعتراف کرتی ہیں "یہ پہلا مذہب تھا جس نے جمہوریت کی تبلیغ کی اور اس پر عمل کیا۔ میں نے بار بار محسوس کیا ہے کہ اسلام اتحادِ عمل سے ایک انسان کو دوسرے انسان کا بھائی بنا دیتا ہے۔ جب آپ لندن میں کسی مصری، الجیری، ہندوستانی اور ترک سے ملتے ہیں تو اس کی اہمیت نہیں ہوتی کہ ایک کا وطن مصر ہے اور دوسرے کا ہندوستان۔" (۲۵۲) مشہور افریقی لیڈر مالکم ایکس (۲۵۳) اپنی خودنوشت سوانح میں مسلم معاشرہ اور اسلامی تہذیب کی عطا کردہ وحدت ومساوات کو اس طرح بیان کرتا ہے "ان اسلامی ملکوں میں پچھلے گیارہ دنوں سے میں نے ایک ہی پلیٹ میں کھانا کھایا اور ایک ہی گلاس میں پانی پیا ہے اور انہیں کے ساتھ ایک ہی قالین پر سویا ہوں۔ میں نے ان میں وہی خلوص پایا جس کا احساس مجھ کو نائجیریا، سوڈان اور گھانا کے کالے افریقی مسلمانوں میں ہوا تھا۔ اگر امریکا کے لوگ توحید پر ایمان لے آئیں تو شاید وہ بھی انسانی وحدت کو قبول کر لیں اور دوسرے لوگوں کا موازانہ، مخالفت یا دشمنی رنگ کی بنیاد پر کرنا بند کر دیں۔" (۲۵۴)

یورپ پر اسلامی تہذیب کا اثر قرون وسطیٰ میں یورپ جہالت اور بربریت میں بالغرق ڈوبا ہوا تھا۔ تہذیب، تمدن اور علوم وفنون کا نشان تک نہ تھا۔ عین اس عالم میں عرب سے ایک قوم اٹھی اور نوے برس کی قلیل مدت میں ملتان سے بحیرہ اسود اور سمرقند سے ساحل اٹلانٹک تک چھا گئی۔ اس قوم نے جابجا مساجد ومکاتب بنائے، تالیف وترجمہ کے مراکز قائم کیے عظیم لائبریریوں کی بنیاد ڈالی۔ دنیا کو حسین تعمیروں سے بھر دیا۔ (۲۵۵) بغداد کے جامہ باف اس قدر باکمال تھے کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ نے کپڑے کا ایک تھان، پچاس ہزار دینار میں خریدا۔ (۲۵۶)

رابرٹ بریفالٹ لکھتا ہے کہ "عربوں کے نفیس سوتی، اونی اور ریشمی لباس، بغداد کے حریر و پرنیان، موصل کی ململ اور طرابلس کی شیفون نے یورپ کی نیم برہنہ آبادی کو عمدہ لباس کا شوقین بنا دیا تھا۔" (۲۵۷)

وِل ڈیوران لکھتا ہے کہ "اندلس پر عربوں کی حکومت اس قدر عادلانہ، عاقلانہ اور مشفقانہ تھی کہ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ ان کے جج نہایت قابل تھے۔ عیسائیوں کے فیصلے

عیسائی جج کیا کرتے تھے' پولیس کا انتظام بہت اعلیٰ تھا۔عوام کے لیے عربوں کی حکومت رومہ کے مقابلے میں ایک نعمت تھی۔انہوں نے بڑے بڑے زمینداروں کی زمینیں مزارعین میں تقسیم کر دی تھیں۔''(۲۵۸) صلیبیوں نے پہلی جنگ (۱۰۹۶ء) میں یروشلم پر قبضہ کرلیا تھا یہ قبضہ اسی سال تک قائم رہا۔صلیبیوں کا پہلا بادشاہ بالڈون تھا جو عربی لباس پہنتا تھا' اس کے لاکھوں سپاہی' حکام اور اہلکار عربی بولتے اور عربی مصنوعات استعمال کرتے تھے۔عربی ساز یعنی بنسی' عود' طنبورہ اور گٹار بھی یورپ میں مقبول ہوگئے اور عورتوں نے نقاب اوڑھ لیا۔(۲۵۹) اسلامی تہذیب نے حیات مغرب کے ہر پہلو پر اثر ڈالا۔ان لوگوں کے لباس تبدیل ہوگئے طور طریقے بدل گئے۔تعمیرات میں مشرقیت آ گئی۔عورتوں کا احترام بڑھ گیا اور انہوں نے حریص نگاہوں سے بچنے کے لیے نقاب اوڑھ لیے۔تفصیل درج ذیل ہے۔(۲۶۰)

۱۔ سسلی کا پہلا نارمن بادشاہ راجر اول (۲۶۱) مسلمانوں کا شدید دشمن تھا لیکن اس کا لباس اسلامی تھا اس کے دربار میں مسلم علماء و حکماء بھرے ہوئے تھے اور اس کے احکام عربی، یونانی اور لاطینی میں نکلتے تھے۔

۲۔ یورپ میں کاغذ کی پہلی تحریر (۲۶۲) راجر اول کی بیوی کا حکم تھا جو ۱۱۰۹ء میں عربی اور یونانی میں جاری ہوا۔(۲۶۳)

۳۔ راجر دوئم (۱۱۰۵ء۔تا ۱۱۵۴ء) (۲۶۴) کے اسلامی لباس پر عربی میں آیات وامثال لکھی ہوئی تھیں۔مشہور جغرافیہ دان الادریسی (۲۶۵) اسی کے دربار میں رہتا تھا۔مسلم سلاطین کی طرح اس کے ہاں بھی ایک حرم تھا جس میں متعدد بیویاں اور کنیزیاں تھیں۔اس کے سکے پر یہ عبارت کندہ تھی۔**المعتز باللہ الملک المعظم رجاء الثانی . لاالٰہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ** (۲۶۶) راجر دوئم کے بعد ولیم اول (۲۶۷) تخت نشین ہوا اس کے سکے پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔الہارون بامراللہ الملک المعظم۔(۲۶۸)

۴۔ اسپین کا مشہور جغرافیہ دان ابن جبیر 1184ء میں سسلی پہنچا وہاں کے بادشاہ کے متعلق لکھتا ہے کہ ''سسلی کا بادشاہ ولیم دوئم حیرت انگیز انسان ہے۔اس کے خواجہ سرا، باورچی، تمام خدمتگار، وزراء، اور دربان سب کے سب مسلمان ہیں۔اس کا سرکاری نشان ''الحمدللہ حق حمدہ''

ہے اوراس کے باپ ولیم اول کا ''الحمدللہ شکراً لانعمہ (۲۶۹) اس کے محل کے رزکار (کپڑے پر طلائی کا کام کرنے والا) نے یحییٰ بن فتیان نے مجھے بتایا کہ جو عیسائی لڑکیاں شاہی محل میں داخل ہوتی ہیں وہ مسلم کنیزوں کی نیکی، پاکیزگی اور نماز سے متاثر ہوکر مسلمان ہوجاتی ہیں۔

۵۔ مرسیہ (برطانیہ) کے ایک بادشاہ آفا (OFFA) (۷۵۷ء - ۷۹۶ء) کا سکہ اسلامی دینار کی شکل کا تھا۔ جن پر عربی حروف میں ایک عربی مثل کندہ تھی یہ سکہ برٹش میوزیم میں موجود ہے (۲۷۰)۔

۶۔ اسی میوزیم میں نویں صدی کی ایک صلیب رکھی ہے جس پر کوفی خط میں لکھا ہے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' (۲۷۱)

۷۔ میلان (اٹلی) کے ایک کلیسا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سر کے گرد عربی حروف کا ایک ہالہ بنا ہوا ہے اور پطرس و پال کی تصاویر میں ان کے لباس پر عربی عبارات ہیں۔ (۲۷۲)

۸۔ جرمنی کے شہر برن برگ میں شاہان سسلی کی ایک ایسی ریشمی چادر موجود ہے جس پر ایک کتبہ کوفی حروف میں درج ہے یہ چادر 1126ء میں تیار ہوئی تھی یہ رنگین ہوئی تھی اور اس حقیقت پر واضح شہادت ہے کہ مسلمان رنگ بنانا بھی جانتے تھے۔

۹۔ پوی (فرانس) کے کلیسا کا دروازہ عربی کتبے سے آراستہ تھا اور ناربون (فرانس) کی فیصل پر عربی تاج بنا ہوا تھا، عربوں کے کنگرے، چھجے اور مینار فرانس کے قلعوں، برجوں اور فصیلوں پر آج بھی نظر آتے ہیں۔ (۲۷۳)

۱۰۔ جرمن اسپر رفریڈرک دوئم (۱۲۱۲ء۔ ۱۲۵۰ء) (۲۷۴) کا دربار مشرقی طرز کا تھا وہی حرم حاجب، خواجہ سرا، عربی لباس، دربار میں عرب کا ہجوم، منقش ہال، باغات، فوارے چڑیا گھر، علمی مسائل پر بحثیں اور عربی راگ سازوں کے ساتھ۔ اگر کسی بادشاہ نے یورپ کو وحشت اور بربریت سے نجات دلائی ہے تو وہ شارلیمان نہیں بلکہ فریڈرک تھا۔ اس نے مختلف مقامات پر یونیورسٹیاں قائم کیں۔ سلرنو میں عربی طب کا مدرسہ کھولا اور اپنے ایک درباری مائیکل سکاٹ کو ابن رشد کی تصانیف جمع کرنے کے لیے قرطبہ بھیجا اور ان کی بقول ہر درسگاہ میں رکھوائیں۔ (۲۷۵)

۱۱۔ چودہویں صدی میں آکسفورڈ اور پیرس میں عربی لازمی قرار دی گئی۔

۱۲۔ مسلمانوں کی علمی مساعی کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ میں جابجا علمی مجالس قائم ہو گئیں۔ ان میں سے ایک لندن کی رائل سوسائٹی تھی جس کی بنیاد 1662ء میں پڑی۔ پادریوں نے اس کی شدید مخالفت کی اور اگر شاہ چارلس ثانی (1660-1685) اس کی مدد نہ کرتا تو یہ اسی وقت ختم ہو جاتی۔ (۲۷۶)

اسلامی تہذیب و ثقافت دیگر ممالک میں اسلامی تہذیب عرب سے نکل کر شمال میں بحیرہ اسود' مغرب میں ہسپانیہ' فرانس اور مراکش' مشرق میں بخارا و سمرقند اور جنوب میں انڈونیشیا تک پہنچی تھی۔ یہ کہیں اسلامی عساکر کے ساتھ گئی اور کہیں سیاحوں اور تاجروں کے ہمراہ۔ چین' جاوا' سماٹرا' فلپائن اور دیگر بحرالکاہل جزائر میں مسلمانوں کی تعداد ۵۰ کروڑ سے کم نہیں ان علاقوں پر عربوں نے ایک دن بھی حکومت نہیں کی۔ یہ لوگ چند تاجروں اور سیاحوں کے حسین چہرے اور حسن عمل کو دیکھ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ (۲۷۷)

مغرب میں' مغرب کی نمائندگی کلیسا کو حاصل تھی۔ اس کی تشویش گویا مغرب کی تشویش تھی۔ جہاں مسلم ثقافت نے مغرب کے لیے بے شمار مسائل کھڑے کیے، وہیں اسے بھرپور انداز میں متاثر بھی کیا، اور اس نے مغرب کے لیے موجودہ ارتقائی منازل طے کرنے کی راہ ہموار کی۔ موجودہ مغربی ثقافت کا ہر گوشہ مسلم ثقافت کا مرہونِ منت ہے۔ مسلم ثقافت نے اسے آزاد فکر اور غیر مستعار شعور عطا کیا۔ یہ فکر و شعور کلیسا کی نظر میں بغاوت تھا۔ اسی لیے کلیسا مستقلاً مسلم ثقافت کے اثرات سے برسرِ پیکار رہا۔ انہیں مغربی ذہن سے نکالنے کے لیے خود اپنے ہی معاشرے سے دست و گریباں ہوا۔ مغرب نے جب کلیسا کو اپنی راہ میں حائل دیکھا تو اسے پرے دھکیل کر اپنی موجودہ راہوں پر گامزن ہوا۔ (۲۷۸)

اسلامی عساکر پہلی صدی ہجری میں ملتان سے ساحل اطلس تک چھا گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی رحلت تک سارا عرب فتح ہو چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد ۱۲ھ میں عراق عرب' ۱۴ھ میں دمشق' ۲۰ھ میں مصر' ۲۱ھ میں ایران' ۲۶ھ میں تیونس' ۵۴ھ میں بخارا' ۸۴ھ میں ساحل اطلس اور ۹۱ھ میں اندلس نیز سندھ تا ملتان فتح ہوا۔ ان علاقوں نے نہ صرف اسلام قبول کر لیا بلکہ بیشتر ممالک عراق' شام' مصر' لیبیا' تیونس' الجزائر' مراکش اور سوڈان کی زبان بھی عربی ہو گئی۔ ایران

پر کئی صدیوں تک عربی کا تسلط رہا اس کے بیشتر اہل علم مثلاً ابو معشر جعفر بلخی، علی عباس ایرانی، البیرونی، بوعلی سینا، امام غزالی طوسی، فخر الرازی، ابوحیان توحیدی نیشاپوری اور نصیر الدین طوسی وغیرہ عربی میں لکھتے رہے۔ آج بھی ایران، افغانستان، پاکستان اور ہندوستان میں ایسے مدارس موجود ہیں جہاں ذریعہ تعلیم عربی ہے مثلاً ہند میں دیوبند، سہارن پور، لکھنو، ممبئی کے دارالعلوم، پاکستان میں لاہور کا نعمانیہ واشرفیہ، جھنگ میں جامعہ اسلامیہ، بہاول پور، ملتان، حیدر آباد، کراچی اور اکوڑہ خٹک کی درسگاہیں جہاں فقہ، منطق، نحو، تفسیر اور حدیث عموماً عربی میں پڑھائی جاتی ہے۔(۲۷۹)

یورپ پر عربوں کا بڑا اثر پڑا اور یورپ کی تہذیب کا سہرا ان ہی کے سر ہے۔ ان کے اثرات یورپ اور مشرق سے کم نہیں تھے۔ صرف فرق یہ تھا کہ مشرقی ملکوں میں مذہب، زبان اور صنعت وحرفت سب پر ان کے اثرات پڑے اور مغرب میں مذہبی اثر نہیں پڑا۔ آرٹ اور زبان سے بھی کم متاثر ہوئے لیکن ان کے علم وادب اور اخلاقی تعلیمات کا نہایت گہرا اثر اپڑا۔(۲۸۰)

یورپ میں علم، صلیبی جنگ کے زمانہ سے نہیں بلکہ اندلس، سسلی اور اٹلی کے راستہ سے داخل ہوا اور 1130ء میں رئیس الاسافقہ ریمنڈ کی توجہ سے طیطلہ میں ترجمہ کا پہلا مدرسہ قائم ہوا اور عربوں کی مشہور تصانیف کا لاطینی زبان میں ترجمہ ہونے لگا۔ اس سے یورپ کو ایک نئی دنیا نظر آئی جس کا سلسلہ بارہویں صدی سے چودہویں صدی تک برابر جاری رہا اور اس سلسلہ میں محض رازی، ابوالقاسم، ابن سینا اور ابن رشد کی کتابیں ہی ترجمہ نہیں کی گئیں بلکہ جالینوس، بقراط، افلاطون، ارسطو، اقلیدس، ارخمیدس، بطلیموس وغیرہ کی کتابوں کا لاطینی ترجمہ بھی عربی ترجمہ سے کیا گیا۔ لکرک نے طب عربی کی تاریخ میں تین سو عربی کتابیں شمار کرائی ہیں جن کا لاطینی میں ترجمہ کیا گیا اس طرح قرون وسطیٰ پیروان محمد ﷺ ہی کے ذریعہ تہذیب وتمدن کیسے آشنا ہوئے۔(۲۸۱)

اسلامی تہذیب کا مطالعہ کریں اندازہ ہوتا ہے کہ اسلامی تہذیب کی گرفت اتنی شدید تھی کہ یہ روح میں اتر گئی اور دین وایمان کا حصہ بن گئی اس کا مقابلہ فرنگی تہذیب سے کیجئے، جو اپنے تابدار علوم وفنون، ایجادات، انکشافات، لائبریریوں، شاندار عمارتوں، چمکیلی سڑکوں اور بھڑکیلے لباسوں کے ساتھ برصغیر میں آئی۔ یہاں ڈیڑھ سو سال رہی اور اپنے خلاف اس قدر نفرت پیدا کی کہ آخر کار اس سرزمین سے بھاگنا پڑا، کیوں؟ اس لیے کہ اس کے پاس باقی تو سب کچھ تھا صرف

انسانیت نہ تھی۔ وہ لوگ مغرور، بے رحم، ظالم اور عوام سے متنفر تھے۔ ان کا مقصد حیات دولت سمیٹنا تھا۔ (۲۸۲)

کسی قوم کی تہذیبی ترقی ماپنے کا سب سے بڑا آلہ یہ ہے کہ اس قوم کی علمی حالت پر نظر ڈالی جائے۔ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ اسلام سے قبل عربوں کی علمی حالت کیا تھی۔ پورے میں ملک میں کوئی مدرسہ نہ تھا۔ گنتی کے چند افراد لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ تحریری سرمایہ صفر تھا۔ اس علمی کم مائیگی کا مقابلہ جب ہم اس عظیم الشان علمی ترقی سے کرتے ہیں وج اسلام کی وساطت سے عمل میں آئی تو ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ کیا یہ بات کچھ کم حیران کن ہے کہ دور جاہلیت کے بے علم اوران پڑھ عرب اسلام قبول کرنے کے بعد علمی دنیا کے مسند نشین بن گئے وار کئی صدیوں تک دنیا کو علم کی روشنی سے منور کرتے رہے۔ جو علمی تحریک ابتداء میں صفہ سے شروع ہوئی وہ ترقی کرتے تھے عظیم الشان یونیورسٹیوں پر منتج ہوئی۔ اس کے مقابلے میں یورپ کی حالت یہ تھی کہ جس زمانہ میں قاہرہ میں جامعہ ازہراور بغداد میں جامعہ نظامیہ کا طوطی بول رہا تھا اس زمانہ میں یورپ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ (۲۸۳)

مسلم ثقافت مختلف سمتوں سے تاجروں، سیاحوں، علماء، طلباء اور خصوصاً ہسپانیہ اور سسلی کے عوام کے ذریعے مغرب پر اثر انداز ہونے لگی۔ مغرب میں مسلم ثقافت کے اثر ونفوذ کا اندازہ ان عربی الفاظ سے بخوبی ہوسکتا ہے جو لاطینی اور دیگر یورپی زبانوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ سائنس، فلکیات، ہندسہ(Geometry)، کیمیا، طب، عطاری(Pharmacy)، ٹیکنالوجی اور فلسفے میں عربی الفاظ اور اصطلاحات کی بکثرت موجودگی، اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ علمی اور ادبی سطح پر مسلم ثقافت نے بھرپور انداز میں مغرب کو متاثر کیا ہے۔ (۲۸۴)

مسلمان جہاں کہیں بھی تشریف لے گئے وہاں کی خوراک، لباس اور خانہ داری کے سامان بھی بدل گئے، چینی کے برتن اور قالین استعمال ہونے لگے، مسلمانوں کو دنیوی نعمتوں سے نفرت نہ تھی۔ اسلام جہاں پہنچتا تھا شوکت شائستگی اور آسانی کے اسباب مہیا کرتا تھا کیونکہ مسلمان بالطبع مدنیت پسند ہوتے ہیں۔ (۲۸۵)

ہسپانوی مورخ کاسترو (A. Castro) نے بڑی تفصیل سے اپنے ملک پر مسلم اثرات کی نشاندہی کی ہے۔ اس کے مطابق عوامی حمام سے لے کر غسلِ میت، عورتوں کے نقاب سے لے کر فرش وقالین پر نشست کے آداب، شہسواری کی شائستہ روایات سے لے کر مہمان نوازی اور اپنے گھر کو مہمان کے حوالے کر دینے، خود بھوکا رہ کر اوروں کو کھلانے، دست بوسی کا اندازِ سوال، انکار کی صورت میں معذرت کے آداب، یہاں تک کہ مسلم لباس خصوصاً زنانہ لباس سے شدید رغبت، یہ سب کے سب وہ طور طریقے ہیں جو بلاشک وشبہ اسلامی ثقافت سے اخذ کیے گئے تھے، اور ہسپانوی عیسائیوں میں مسلمانوں کے بعد عرصے تک قائم رہے۔(۲۸۶)

قرون اولیٰ میں مسلم و غیر مسلم تہذیب و ثقافت کے خوشگوار تعلقات کی چند مثالیں

غیر مسلموں کے لیے ہمارے دین اسلام میں کتنی رواداری اور حسن سلوک کی تعلیم ہے، اس بات کا اندازہ کرنا ہو تو ہمارے رسول ﷺ کی سیرت طیبہ پر ایک نظر ڈالیں، ساری شکایتیں دور ہو جائینگی۔ آپ ﷺ نے غیر مسلموں کے ساتھ جو احسان و ہمدردی اور خوش اخلاقی کے معاملات کیے ان کی دنیا جہان میں نظیر ملنا مشکل ہے۔

۱۔ مکہ مکرمہ میں قحط پڑا تو جن دشمنوں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے جانثاروں کو آبائی وطن چھوڑنے اور ملک بدر ہونے پر مجبور کیا تھا ان کی خود امداد فرمائی۔(۲۸۷)

۲۔ پھر فتح مکہ کے روز جب تمام دشمن آپ ﷺ کا اشارہء ابرو ملنے پر گاجر مولی کی طرح کاٹے جاسکتے تھے، اس موقع پر بھی آپ ﷺ نے اپنی رحمت للعالمینی کا ثبوت دیتے ہوئے فرمایا "لاتثریب علیکم الیوم" "آج ہم تمہیں کوئی ملامت بھی نہیں کرتے"

۳۔ غزوہ بدر کے علاوہ دوسرے غزوات میں غیر مسلم قیدی ہاتھ آئے تو ان کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ ہر شخص اپنی اولاد کے ساتھ بھی نہیں کرسکتا۔

۴۔ کفار و مشرکین اور منافقین نے آپ ﷺ کو طرح طرح کی ذہنی وجسمانی تکلیفیں پہنچائیں۔ مگر کبھی آ ﷺ کا دست مبارک انتقام کے لیے نہ اٹھا۔

۵۔ بنوثقیف جو ابھی مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے ان کا وفد آ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا

تو انہیں مسجد نبوی ﷺ میں ٹھہرایا جو مسلمانوں کے لیے انتہائی عزت کا مقام تھا۔

غیر مسلموں کے لیے صرف نبی اسلام ﷺ نے ہی رواداری اور حسن سلوک کی یہ تابناک مثالیں قائم نہیں کیں بلکہ اسلام اور نبی اسلام ﷺ کے پیروکاروں نے بھی اس سلسلہ میں بے نظیر عملی نمونے پیش کیے جن کی ضیاء باریوں اور ضوافشانیوں میں عقائد و اعمال کی ظلمتوں کا راہی آج بھی جادہ حق کو تلاش کرسکتا ہے۔(۲۸۹)

۶۔ خلفائے راشدین کی تاریخ اٹھایئے ان کے عہد زریں کا مطالعہ کیجئے۔ سیرت فاروقؓ پر طائرانہ نظر ہی ڈال کر دیکھیں۔ آپ کو قدم قدم پر انسانی ہمدردی کی مثالیں ملیں گی۔ اور آپ کو یہ اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگے گی کہ آج یو این او یا اقوام متحدہ جس انسانی منشور پر بڑی نازاں ہے یہ ہمارے اسلام کے حسین نامہ اعمال کا چربہ تو کیا اس کا عشر عشیر بھی نہیں۔(۲۹۰)

حضرت عمر فاروقؓ نے ضعیف و معذور مسلمانوں کو بیت المال سے وظیفے دیئے تو اپنی مملکت میں رہنے والے غیر مسلم معذور محتاج ذمیوں کے لیے بھی مسلمانوں کی طرح ہی بیت المال سے باقاعدہ وظیفے مقرر کیے۔ برطانیہ نے ویلفیئر اسٹیٹ کے طور پر بے روزگار، نادار اور ضرورت مند افراد کو ریاست کی طرف سے وظائف دینے کا جو سسٹم قائم کیا ہے اسے ترتیب دینے والے دانش وروں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ اس نے اس سسٹم کا بنیادی خاکہ حضرت عمر فاروقؓ کے حکومتی نظام سے لیا ہے۔ یورپ کے ملک ناروے میں بچوں کو جو وظیفہ دیا جاتا ہے اسے آج بھی وہاں ''عمر الاؤنس'' کے نام سے پکارا جاتا ہے۔(۲۹۱)

۷۔ خلفاء راشدین صحابہ کرامؓ اور اسلام امت کی تاریخ مواسات و مدارات اور حسن معاملات سے بھری پڑی ہے۔ البتہ ترک موالات کے قرآنی ضابطہ کو کسی حالت میں بھی انہوں نے فراموش نہیں کیا۔(۲۹۲)

تہذیبیں بنتی اور بگڑتی ہیں انسانی تہذیب کے ارتقاء کی کہانی دلچسپ بھی ہے اور عبرت انگیز بھی اس لیے کہ تہذیبیں پیدا ہوتی ہیں، جوان ہوتی ہیں اور پھر ختم بھی ہوتی رہتی ہیں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے قومی تہذیبیں ہوا کرتی تھیں کیونکہ اس زمانے میں انسانی زندگی قومی اور ملکی دائروں تک محدود تھی اور یہ دائرے اس قدر

سخت تھے کہ کوئی شخص ایک دائرے سے نکل کر کسی دوسرے دائرے میں قدم رکھنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔اسی بنا پر اللہ تعالیٰ بھی قومی نبی بھیجتا رہا جو صرف اپنی قوم کی اصلاح پر مامور ہوا کرتے تھے۔(۲۹۳) قرآن میں ارشاد ہوتا ہے ''ولکل قوم ھاد'' ترجمہ ''اور ہر قوم کے لیے رہنما آتے رہے ہیں'' (۲۹۴) پوری انسانی برادری کا تصور ختم المرسلین حضرت محمد ﷺ سے شروع ہوا، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''وما ارسلنک الا رحمتہ للعالمین'' ترجمہ ''ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا''۔(۲۹۵) پہلے تمام انبیاء اپنی قوم کو ''یا قومی'' کہہ کر خطاب کرتے تھے۔قرآن نے پہلی مرتبہ ''یایھا الناس'' (اے لوگو!) (۲۹۶) کہہ کر خطاب کرنا شروع کیا یعنی اب وہ وقت تھا جب تمام اقوام ایک عالمی انسانی برادری میں مدغم ہونے کے لیے تیار تھیں۔اسی لیے قوم نوح (۲۹۷)، قوم عاد (۲۹۸)، قوم ثمود (۲۹۹) کے برخلاف امت محمدیہ ﷺ کسی قومی دائرے میں محدود نہیں ہوئی بلکہ تمام روئے زمین پر پھیلی ہوئی ہے۔(۳۰۰)

قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ سابقہ اقوام کی تہذیبیں اخلاقی انحطاط پر مٹتی رہی ہیں۔جب کسی قوم میں فسق و فجور حد سے بڑھ جاتا ہے اور اس قوم کی اصلاح کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی تو وہ تہذیب آپ اپنی موت مرجاتی ہے۔قرآن میں ارشاد ہوتا ہے کہ جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں اور وہ اس میں نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں، تب عذاب کا فیصلہ اس بستی پر چسپاں ہوجاتا ہے اور ہم اسے برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔''-(۳۰۱) انہی مترفین کے فسق و فجور کی وجہ سے قوم عاد تباہ ہوئی، ثمود تباہ ہوئی اور مترفین کا یہی فسق و فجور طوفان نوح کا باعث بنا۔اس سے پتہ چلا کہ پہلے بھی تہذیبیں عروج کو پہنچتیں اور پھر اخلاقی انحطاط کی بنا پر زوال آشنا ہوتی رہی ہے۔(۳۰۲)

تہذیبوں کے عروج و زوال کے بارے میں اللہ کی سنت

افراد کی طرح اقوام کی زندگی، موت اور ضعف وعروج بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہی اپنی مشیت سے اس بارے میں جب چاہے اور جو چاہے فیصلے کرتا ہے۔(۳۰۳) تاہم افراد کی طرح اقوام کی زندگی اور موت طبعی نہیں بلکہ اکتابی ہوتی ہے یعنی جس طرح فرد بچپن، جوانی اور بڑھاپے کے ادوار سے گزر کر لازما فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے اور ان مراحل میں

سے کسی مرحلے پر رک جانا یا اس سے واپس آ جانا اس کے لیے ممکن نہیں ہوتا' اقوام کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوتا ہے۔ ایک قوم وزوال کے بعد دوبارہ عروج کی طرف بھی آ سکتی ہے اور وہ اپنی بقاواستحکام کے زمانوں کو طویل تر بھی بنا سکتی ہے۔(۳۰۳)

قوموں /تہذیبوں کا عروج قرآن حکیم کے مطابق قوموں کی ترقی وعروج کچھ معروضی اصول ہوتے ہیں۔ ان کا اصل الاصول نظریہ حیات سے وابستگی ہے۔ اگر کسی قوم کا نظریہ حیات صحیح (یعنی اسلامی) ہو اور وہ عملاً اس نظریہ حیات پر عمل پیرا ہو تو وہ حتماً ترقی وعروج سے ہمکنار ہوگی کیونکہ اسلامی احکام پر عمل کرتے ہوئے ان معروضی اصولوں پر خود بخود عمل ہو جاتا ہے۔(۳۰۴) کسی قوم کا نظریہ حیات غلط ہو لیکن وہ اس سے محکم طور پر وابستہ ہو کر ترقی وعروج کے معروضی اوصولوں پر عمل کر رہی ہو تو وہ بھی حتماً ترقی وعروج سے ہمکنار ہوگی۔(۳۰۵)

قوموں کے عروج و ترقی کے معروضی اصول ہر قوم کی قوت کا بنیادی منبع اس کی کسی نہ کسی نظریہ حیات سے محکم وابستگی ہوتا ہے۔ اس وابستگی کی بنیاد پر وہ تین قسم کے وسائل کو ترقی دے کر عروج سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔

۱۔ انسانی وسائل (محنت' اتحاد' تنظیم ومنصوبہ بندی' پابندی قانون اور ایثار وقربانی)(۳۰۶)

۲۔ نموئی وسائل (تعلیم وتربیت' تحقیق' سیاسی استحکام اور ابلاغ)(۳۰۷) ۳۔ مادی وسائل (سائنس وٹیکنالوجی' معاشی صلاحیت' حربی قوت)(۳۰۸)

مغربی و اسلامی تہذیب وثقافت میں عورت کی حیثیت

عورت کے باب میں بھی مغربی تہذیب کے نتائج انسانی معاشرہ کے لیے بہت خطرناک اور خود عورت کی عزت وآبرو کے لیے تباہ کن ہیں۔ یہ بات بخوبی معروف ہے کہ مغربی تہذیب جنسی بے راہ روی کو فروغ دیتی ہے۔ وہ غیر شادی شدہ عورت کے ماں ہونے کو معیوب نہیں سمجھتی۔ اس تہذیب میں عورت محض ایک بازاری جنس یا تفریح کا سامان بن کر رہ گئی ہے جو اس کی باعزت زندگی کو تار تار کرنے والی ہے۔ اس تہذیب کے دلدادگان کے یہاں عورت کے لیے حجاب یا پردہ کی پابندی کا کوئی سوال نہیں۔ اس لیے کہ وہ بے پردگی' عورت کی جسمانی نمائش اور بے شرمی کے مظاہرہ کو تہذیب کی ترقی کی علامت قرار دیتے ہیں۔(۳۰۹)

یونانی تہذیب میں عورت کا مقام یونانی تہذیب جسے عالم تاریخ میں گہوارہ تمدن اور مثالی تہذیب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس تہذیب کے ابتدائی دور میں صنف نازک' قانونی' اخلاقی' معاشی اور معاشرتی حقوق سے ہی نہیں بلکہ آزادی سے بھی محروم تھی اسے ایسے گھروں میں رکھا جاتا تھا جو راستہ سے دور ہوتے ان گھروں میں کھڑکیاں کم ہوتیں اور دروازوں پر پہرے دار بیٹھے ہوئے تھے۔(۳۱۰) ارسطو نے اسپارٹا کے زوال کو عورتوں کی بے جا آزادی (۳۱۱) جبکہ سقراط نے عورت کو فتنہ فساد کی چیز (۳۱۲) یونانی شاعر ہیزیڈ نے مجسم شر (۳۱۳) قرار دیا۔

بابلی تہذیب میں عورت کا مقام قدیم بابلی تہذیب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس تہذیب میں بھی عورت کو کوئی خاص مقام نہیں دیا گیا تھا۔ یہی صورتحال وسطی اسپرین اور سبارین قوموں کی تہذیب وقانون کی تھی۔ان کے ہاں جائیداد میں بیٹی کا کوئی حصہ نہ تھا۔(۳۱۴) 3000 ق م عراق کا مشہور بادشاہ حمورابی (۳۱۵) کی شریعت میں عورت کو پالتو جانور سمجھا جاتا تھا۔

رومن تہذیب میں عورت کا مقام قدیم رومن تہذیب میں عورت ہر قسم کے مذہبی' قانونی' معاشرتی' اور اخلاقی حقوق سے محروم تھی۔ازمنہ قدیم میں رومیوں نے عورت پر اس قدر مظالم ڈھائے کہ جنگل کی تہذیب بھی ان کا نام سن کر شرماتی ہے۔(۳۱۶) رومیوں نے عورت کی عملاً زبان بندی کے لیے ان کے منہ پر تالا ڈال دیا' اس تالے کو وہ ''موزلیسر'' کہتے تھے۔(۳۱۷)

قدیم انگلستانی تہذیب میں عورت کا مقام انگلستان جو آج تہذیب وتمدن کا مرکز سمجھا جاتا ہے اور اپنے تیئں آزادی نسواں کا علمبردار بتاتا ہے 571ء میں جہالت اور ظلم کا مرکز تھا وہاں عورت کی حیثیت نہایت ہی ذلیل تھی۔عموماً کمزور اور بدصورت لڑکیاں ماردی جاتی تھیں۔(۳۱۸) چھٹی صدی کے مشہور فلاسفر طامس ہاڈنگ کہتا ہے کہ عورت ایک ایسے پھول کے مانند ہے جو بظاہر دیکھنے میں خوشنما ہے لیکن اس میں بے شمار کانٹے پنہاں ہیں (۳۱۹)۔

عیسائی مذہب کے ماننے والے آج بھی عورت کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے کیونکہ عیسائی مذہب کے قانون میں عورت کی حمایت نہیں ہے۔(۳۲۰)

قدیم مصری تہذیب میں عورت کا مقام قدیم مصری معاشرہ میں فراعین اور رؤسا عام طور سے اپنی بہنوں سے نکاح کرتے تھے تاکہ وہ ان کے ورثہ میں حصہ دار بن سکیں۔ بعض فراعین اپنی بیٹیوں سے نکاح کر لیتے تھے۔(۳۲۱) رعمسیس دوم نے یکے بعد دیگرے اپنی کئی بیٹیوں سے شادی کی تھی' بہنوں سے شادی کا رواج عوام میں بھی ہو گیا تھا۔ ہر سال طغیانی کے موقع پر ایک دوشیزہ کو دلہن بنا کر دریائے نیل میں غرض کرتے تھے کہ دیوتا مہربان ہو جائے

قدیم ایرانی تہذیب اور عورت کا مقام قدیم ایرانی تہذیب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس تہذیب نے بھی عورت کے استحصال اور استبداد میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ پانچویں صدی عیسوی میں یزدگرد دوم نے اپنی بیٹی کو زوجیت میں دکھا پھر قتل کر ڈالا۔ (۳۲۲) مشہور چینی سیاح ہوئن سیانگ کا بیان ہے کہ ایرانی قانون و معاشرہ میں ازدواجی تعلقات کے لیے کسی رشتہ کا بھی استثناء نہ تھا۔(۳۲۳) قانون کی نظر میں عورت کا کوئی حصہ یا مقام نہ تھا۔ قانون نے بیوی اور غلام دونوں کو ایک درجہ دے رکھا تھا۔ (۳۲۴)

ھندوستان تہذیب میں عورت کا مقام ہندوؤں کے معاشرہ میں عورت کا مقام کبھی بھی بلند نہیں رہا۔ لڑکی کی پیدائش کا ذکر تہذیب و تاریخ کے ساتھ ساتھ مذہبی کتب ''یجروید'' اور ''اتھروید'' میں نہایت حقارت سے کیا گیا ہے اور ادب و شعر میں اس کی بے وفائی' متلون مزاجی اور ہرجائی پن کا ذکر عام ملتا ہے۔ (۳۲۵) دوسری معاصر اقوام کی طرح ہندوؤں میں مذہبی عصمت فروشی کو فروغ حاصل ہوا' مندروں میں سینکڑوں نوجوان دیوداسیاں' پروہتوں اور یاتریوں کی تسکین ہوس کرتی تھیں۔ پروہتوں نے لوگوں کو اس بات کا یقین دلا رکھا تھا کہ جو شخص اپنی بیٹی دیوتا کی بھینٹ کرے گا سورگ میں جائے گا۔(۳۲۶) ہندو تہذیب معاشی معاملات میں عورت کی حق تلفی سے زیادہ سخت امر یہ تھا کہ شوہر کی موت کے ساتھ ہی عورت کے سامنے دو راستے رکھے جاتے تھے یا تو وہ اپنے شوہر کی چتا پر جل مرتی اور ''ستی'' (۳۲۷) کہلاتی یا

ساری عمر دکھ بھگتتی۔(۳۲۸)

اسلامی تہذیب میں عورت کی حیثیت مغرب اسلام کو عورتوں کے ضمن میں پسماندہ سمجھتا ہے حقیقت بھی ہے کہ بعض اوقات اسلامی اقدار کی غلط تفہیم مسائل پیدا کر رہی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے بہت سے حقوق عورتوں کو مغرب سے پہلے دیئے ہیں۔مثال کے طور پر مثلاً

۱۔ برطانیہ میں عورتوں کو جائیداد رکھنے کا حق ۱۸۷۰ء میں ملا ہے جب کہ اسلام میں عورتیں چودہ سو سال پہلے سے یہ حق استعمال کر رہی ہیں۔

۲۔ مغرب میں چند دہائیاں قبل تک ساری جائیداد بڑے بیٹے کو ملتی تھی جب کہ اسلام اسے چودہ سو سال پہلے ناجائز قرار دے چکا ہے۔

۳۔ فرانس اور سوئزر لینڈ نے عورتوں کو قومی الیکشن میں ووٹ کا حق بالترتیب ۱۹۴۴ء اور ۱۹۷۱ء میں دیا ہے۔جبکہ افغانستان‘ ایران‘ عراق اور پاکستان میں مسلمان عورتیں 50 سال سے یہ حق استعمال کر رہی ہیں۔

۴۔ مزید برآں مغرب کی سب سے زیادہ مضبوط قوم امریکہ میں آج تک کوئی عورت صدر نہیں بن سکی۔جب کہ تین مسلمان ممالک پاکستان‘ بنگلا دیش اور ترکی میں مسلم خواتین وزیر اعظم رہ چکی ہیں۔(۳۲۹)

اسلام کی ضوفشانیوں سے قبل عورت کے مقام و مرتبہ کا تصور بھی محال تھا۔اسے نہایت نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔لڑکی کی پیدائش ذلت و عار کا باعث سمجھی جاتی تھی۔انہیں زندہ درگور کر دیتے تھے۔(۳۳۰) قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ

”جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی پیدائش کی خبر دی جاتی ہے تو اس کے چہرے کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ اسے بہت بری خبر خیال کرتا ہے اور اس کی وجہ سے دوسروں کے سامنے آنے سے شرم کرتا ہے اور سوچتا ہے کیا میں اسے ذلت کے لیے زندہ رہنے دوں یا زمین میں گاڑ دوں‘ یاد رکھو! وہ جو بھی فیصلہ کرتے ہیں وہ بہت برا ہے۔“(۳۳۱)

قرآن کریم کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ وہ عورتوں کے سماجی و معاشی حقوق کی

ضمانت دیتا ہے اور مردوں کو ان کی ادائیگی کی تاکید کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ "عورتوں کے لیے بھی معروف طریقہ پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان پر مردوں کے حقوق ہیں۔" (۳۳۲)

اسلام نے خواتین کو عمل پر جزا و سزا (۳۳۳)' خواتین کے لیے معاشرتی امور میں مساوی حقوق' (۳۳۴)' خواتین کے لیے زندگیوں میں مساوی حق (۳۳۵)' خواتین کے لیے مالی امور میں مساوی حق' (۳۳۶)' خواتین کے لیے قانونی امور میں مساوی حق (۳۳۷)' خواتین کے لیے ازدواجی امور میں مساوی حق (۳۳۸)' خواتین سے حسن سلوک (۳۳۹)' کا تعین کر دیا ہے۔

مغربی تہذیب

مغربی تہذیب کا آغاز یونان کے قدیم دور سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پانچویں صدی قبل سے یونان سے یہ تہذیب یورپ اور مغرب کے دوسرے علاقوں کی تہذیب بنی۔ اس کی بنیادیں بشریات پر استوار ہوئیں جس کا مطلب یہ تھا کہ انسان اس ذہن ہی کو اپنی جنت بنا سکتا ہے اسے آخرت کی کسی جنت کی ضرورت نہیں۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ بھی اس قدیم یونانی تہذیب کے اثرات سے وجود میں آئی۔ (۳۴۰) مغربی تہذیب دراصل بشریات کی اقدار کا نام ہے۔ اس میں الہامی قوانین کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ مسیحیت کا حصہ ہیں جسے مغربی تہذیب کے ماخذ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ (۳۴۱) مغربی تہذیب کے فروغ کا نقطہ آغاز پندرہویں صدی ہے جب کہ اس نے روحانیت سے توجہ ہٹا کر دولت کی طرف اور روایت سے سمت تبدیل کر کے جدیدیت کی طرف انسانی قافلوں کا رخ موڑ دیا۔ رفتہ رفتہ اس تہذیب نے اپنی شناخت یہ بنالی کہ یہ فرد کی صرف مادی خوشحالی سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ صرف دولت کا انبار لگانے کا آرٹ بتاتی ہے۔ پیداوار کی بڑھتی ہوئی رفتار' دولت کی بچت اور اسے دولت آفریں منصوبوں میں لگانے کا فن اس کی منزل مقصود ہے۔ (۳۴۲) مولانا مودودی کے بقول

مغربی تہذیب کے تنقیدی مطالعہ سے یہ حقیقت بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ اس کی بنیاد نہ عقلیت پر ہے نہ اصول فطرت کی متابعت پر بلکہ اس کے برعکس اس کا پورا ڈھانچہ حس اور خواہش اور ضرورت پر قائم ہے۔ مغربی نشاۃ جدیدہ دراصل عقل وفطرت کے خلاف ایک بغاوت تھی۔ عقل

کے بجائے حس پر اعتماد کیا۔ مادی نتائج کو اصلی وحقیقی معیار قرار دیا۔ ہر اس چیز کو بے اصل سمجھا جو ناپ تول میں نہ آسکتی ہو۔'' (۳۴۳) یہ تہذیب نہ تو جدید دور کی دین ہے اور نہ انسانی تمدن کی ترقی کی نشانی۔ درحقیقت یہ قدیم رومن تہذیب کا چربہ یا نیا ایڈیشن ہے۔ جس کے مآخذ میں قدیم یونانی، مصری، فینشی، اسرائیلی، آشوری، بابلی اور سمیری تہذیب شامل تھیں۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہ تہذیب اپنی نئی شکل میں ان قوموں یا گروہوں کی رائج کردہ ہے جو گمراہیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے غضب الٰہی کے مستحق ہوئے جو خود راہ حق سے منحرف ہوئے اور دوسروں کو بھی منحرف کیا یا کررہے ہیں۔ مغربی تہذیب کی پرورش وپرداخت میں موجودہ دور کے یہود ونصاریٰ امم سابقہ کی پیروی کررہے ہیں خود مغربی مؤرخین کی تحقیق یہی ہے۔ (۳۴۴) اٹھارہویں صدی میں جب مغرب نظام عالم کی میکانی توضیح پر اتر آیا اور خدا کی جگہ نیچریت نے لے لی تو خدا سے اس تہذیب کا رشتہ ٹوٹ گیا۔ اس نے مادی اور حسی عقلیت پر زور دیا اور روح کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔ (۳۴۵) مغربی تہذیب کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ وہ مذہب کے تابع نہیں ہونا چاہتی وہ مذہب کو اپنی تحریکوں کے تابع کرنا چاہتی ہے۔ (۳۴۶)

اہل مغرب کی تہذیب میں کمزوروں، غریبوں اور مخالفوں کے ساتھ منصفانہ برتاؤ ضروری نہیں ہے۔ ان کے ساتھ ظلم وزیادتی کا معاملہ نہ تو جرم ہے اور نہ حقوق انسانی کے خلاف۔ مغربی تہذیب کے ان مظاہر یا نتائج کے بہت سے شواہد پیش کیے جاسکتے ہیں لیکن ماضی قریب میں چیچنیا، سربیا، بوسنیا، فلسطین، افغانستان اور عراق میں اہل اسلام کے ساتھ جو ظلم وستم روا رکھا گیا وہ مغربی تہذیب کا چہرہ بے نقاب کرتی ہے۔ (۳۴۷)

مغربی تہذیب نے انسانی زندگی کو روحانی اور مادی خانوں میں بانٹ دیا۔ اس نے مذہب کو سیاسی واجتماعی زندگی سے بے دخل کردیا۔ مغربی مفکرین کے خیال میں خدا اور بادشاہ کے اقتدار کی تقسیم مغربی تہذیب میں آزادی کے فروغ میں بے حد مددگار رہوئی۔ مغربی نے اٹھارہویں صدی میں انسانی حقوق کی پاسبانی کا پرچم بلند کیا۔ قانون کی حکومت کی حمایت کی خودسر اور مطلق العنان حکمرانوں کی مخالفت کی۔ (۳۴۸)

پس وہ بنیادیں جن پر مغربی تہذیب استوار ہے، خالص مادی ہیں اور دین کی روحانیت اور باطنی اثرات سے بہت بعید ہیں۔ چنانچہ دین و مذہب مغربی ممالک میں اپنا غلبہ و اقتدار روز بروز کھوتا چلا جا رہا ہے اور آج مغرب کا انسان اپنے آپ کو انحطاط کے عمیق ترین گڑھے کی طرف جاتا دیکھ کر سخت ترین اضطراب تشویش میں ہے۔(۳۴۹) مغربی تہذیب کے پیروکاروں میں تفاخر اور نسل پرستی کے جراثیم اس قدر مضبوط اور گہرے ہیں کہ وہ دنیا کی دوسری تہذیبوں کو خاطر میں لانے کو تیار نہیں ہیں۔ اس کی وجہ ان کی وہ غالب حیثیت بھی ہو سکتی ہے جس نے سیاسی وار معاشی اعتبار سے دنیا کو گرفت میں لے رکھا ہے۔(۳۵۰) جدید مغربی تہذیب، اسلامی تہذیب اور اس کے ان عربی مراکز کے ساتھ مغرب کے اتصال سے وجود میں آئی ہے جو اسپین یا دوسرے بلاد اسلامیہ میں قائم ہوئے تھے۔ انہیں عربوں سے مغرب کے ذہین طلبہ نے فلسفہ یونان سیکھا، ان کی کتابوں کو اپنی زبان میں منتقل کیا اور کلیسا کی شدید مخالفت کے باوجود وہ ان کے پڑھنے پڑھانے میں لگ گئے۔ پھر جب اہل مغرب کے ذہن کھ گئے اور انہوں نے ان حقائق کو اخذ کیا جو کلیسا کے پیش کردہ علوم و معارف سے یکسر متضاد تھے تو نتیجہ یہ ہوا کہ چرچ اور سائنس کے درمیان ایک طویل کشمکش کا آغاز ہو گیا۔ آخر کار فلاسفہ و مفکرین کو قید و بند، تفوائے تکفیر اور طرح طرح کی مشکلات و مصائب کا مقابلہ کرنے کے بعد کامیابی نصیب ہوئی۔ مغرب کی نشاۃ ثانیہ کی یہ تحریک جب اپنے پاؤں پر کھڑی ہوئی تو اس پر دو چیزوں کی نہایت واضح چھاپ لگی ہوئی تھی ایک یونانی فلسفہ سے محبت جس نے خالص مادی اور بت پرستانہ تصورات سے تشکیل پائی تھی۔ دوسرے دین و مذہب سے بیزاری اور اس کے علمبرداروں سے عداوت و بغاوت۔(۳۵۱)

جاہلیت جدیدہ کی علم برداری مغربی تہذیب کر رہی ہے۔ اس تہذیب کی بنیاد یورپ کے صنعتی انقلاب نے ڈالی تھی اور خود اس انقلاب کی داغ بیل فکر و نظر کی اس آزادی کا صدقہ تھی جو مغرب کو اسلام کے طفیل ملی تھی۔ مگر جاہلیت کی خوش قسمتی کہ اس تہذیب نے اسلام کی اس ایک چیز کو تو لے لیا مگر اس کی مزید قدر شناسی نہ کی اور اس کی تعلیمات سے یکسر بے نیازی برتتے ہوئے اپنے من مانے رخ پر آگے قدم بڑھاتی چلی گئی۔(۳۵۲)

آج کی مغربی تہذیب جس نے عالمی قیادت کے علاقوں میں حکمرانی کی اس کی تصویر کشی کے لیے اتنا کافی ہے کہ اس نے نصف صدی سے کم عرصے میں دو عالمگیر جنگیں بھڑکائیں جنہوں نے پوری انسانیت کو تباہ و برباد کر دیا قطع نظر اس سے کہ اس نے بہت سے ممالک کو اپنا غلام بنایا وہاں اپنی نو آبادیات قائم کیں اور قوموں کے وسائل و ذرائع کی لوٹ کھسوٹ کو اپنے لیے مباح کیا جب کہ کالوں یعنی سیاہ فام پر عرصے حیات تنگ کر دی اور ان کا صفایا کر دیا اور اس کے کارناموں کو بیان کرنے کے لیے اس امر کی طرف اشارہ کافی ہے کہ آج تک اجتماعی اور بین الاقوامی سیات میں نسل و رنگ کی بنیاد کو کافی اہمیت حاصل ہے۔(۳۵۳) مغربی تہذیب کا اگر کوئی دوسری تہذیب مقابلہ کرنے والی ہے تو وہ اسلامی تہذیب ہے جو قرآن و سنت پر مبنی ہے۔اس لیے کہ باقی تہذیبیں یا تو مغربی تہذیب میں ضم ہوگئی ہیں یا رفتہ رفتہ اسی کے اثرات میں ڈوبتی جارہی ہیں۔اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ اس تہذیب کے بھیانک نتائج سے اگر کوئی نظام انسانوں کو محفوظ رکھنے والا ہے تو وہ قرآن کا دیا ہوا نظام ہے۔مغربی تہذیب کے اثرات بد کے ازالہ کے لیے اگر کوئی تریاق فراہم کرنے والا ہے تو وہ یہی ہدایت نامہ ہے۔(۳۵۴)

مغرب کے متعصب تہذیبی و ثقافتی دانشور پروفیسر جان ایل اسپوزیٹو (John L. Esposito)

یہ یقین کہ عالمی نظریات' اقتدار اور تہذیبوں کے درمیان تصادم' اسلام اور مغرب کے درمیان محاذ آرائی کا باعث بن رہا ہے' اخبارات کی شہ سرخیوں اور مضامین میں جگہ پا رہا ہے۔ان کے عنوانات کچھ اس طرح کے ہوتے ہیں'' وہ اب بھی صلیبی جنگ لڑ رہے ہیں' نیا ہلال بحران میں' عالمی انتقاضہ' ابھرتا ہوا اسلام مغرب پر غلبہ پالے گا' مسلمانوں کے غم و غصے کی جڑیں' جدیدیت کے خلاف اسلام کی جنگ اور عظیم ترین بحران''(۳۵۵)

مغربی قلم کاروں نے اسلام کے بارے میں جو اصطلاحات مثلاً اسلام ازم' بنیاد پرستی' قدامت پرستی' انتہا پسندی' عسکریت پسندی اور مسلم بھائی وغیرہ بکثرت گھڑی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ دیکھتے ہیں اس پر وہ پریشان اور فکر مند ہیں۔وہ اس تحریک کی خارجی بوقلمونی سے مصالحت نہیں کر پا رہے ہیں اور اس کے معانی کی روح کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔(۳۵۶)

بلاشبہ ایسے جملے اور تراکیب عوام کی توجہ تو حاصل کرتے ہیں اور ان کے دل و دماغ میں راسخ بھی ہو جاتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ اسپوزیٹو کی اس بات کو بھی تقویت پہنچاتے ہیں کہ ''یہ عربوں اور اسلام کے بارے میں حیران کن حد تک لاعلمی، مخالفت پر مبنی روایتی پروپیگنڈا اور ان کی ثقافت کے بارے میں دقیانوسی خیالات دہرانے کے مترادف ایک منفی عمل ہے۔'' (۳۵۷)

تہذیبی تصادم اسلامی نقطۂ نظر سے تہذیبی تصادم کی نوعیت، ماہیت اور کیفیت کا صحیح ادراک قرآنی حولوں اور عہد نبویؐ کی تاریخ سے ہی ممکن ہے جن کے بغیر موضوع پر بیشتر تبصرے اور تجزیے ادھورے محسوس ہوتے ہیں۔ قرآن نے اس تصادم کی نقشہ کشی (مع وجوہات) متعدد مقامات پر کی ہے جن میں چند نمایاں ترین یہ ہیں:

ا۔ قدیم عراقی تہذیب بمقابلہ حضرت نوح علیہ السلام، ۲۔ آل نمرود کی تہذیب بمقابلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ۳۔ عاد و ثمود کی تہذیب بمقابلہ حضرت صالح اور حضرت ہود علیہ السلام، ۴۔ اہل مدین کی تہذیب بمقابلہ حضرت شعیب علیہ السلام ۵۔ اہل سدوم کی تہذیب بمقابلہ حضرت لوط علیہ السلام، ۶۔ عصری قبطی تہذیب بمقابلہ حضرت یوسف علیہ السلام ۷۔ آل فرعون کی تہذیب بمقابلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ۸۔ جاہلیت کی تہذیب بمقابلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

امید ہے تہذیبی تصادم پر لکھنے والے قرآنی حوالوں کی روشنی میں موجود گلوبل پر زیادہ سفید اور جامع گفتگو حقیقت کر سکیں گے نتیجتاً یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ تصادم حق و باطل کے درمیان اور مظاہر تہذیب صرف میدان جنگ ہیں نہ کہ فریقین جنگ۔ (۳۵۸)

مسلم معاشرے پر مغربی تہذیب کے اثرات نو آبادیاتی نظام نے جو سب سے بڑے نقوش اسلامی معاشرے میں چھوڑے وہ اسلامی تہذیب و تمدن کو مٹانے اور اس کی جگہ پر مغربی تہذیب بود و باش کو عام کرنے کے تھے۔ اسلام جیسا کہ ایک کامل دین ہے اس کی اپنی ایک الگ تہذیب و تمدن اور رہن سہن کے طریقوں کا ضابطہ حیات بھی ہے۔ ہر چیز کی اسلام نے تعلیم دی ہے اور رہنے سہنے، معاملات کرنے، اخلاقیات پیدا کرنے کا درس یاد ہے۔ نو آبادیاتی نظام نے یہ تمام قدریں پامال کر دیں۔ اسلام میں جو چیزیں عزت اور وقار کے نشان تھے اس نظام نے ان چیزوں کو بے عزتی اور بے مروتی کا درجہ دیا جو چیزیں اسلامی معاشرے میں نکمی اور بے عزتی کا

باعث ہوتی تھیں ان کو شرافت اور عزت کا نشان بنا دیا گیا اور جو فنون و علوم ایک اسلامی معاشرے میں وقعت رکھتے تھے وہ بے سود اور بے زبان ہو گئے۔ سب سے بہترین معاش یہ ٹھہرا کہ کوئی مسلمان نام کا مسلمان ہو اور وہ مغربی زبان اور کلام سیکھ کر اپنے آقاؤں کے لیے ترجمانی کے فرائض سرانجام دے اور ان کے نظام کو مستحکم کرنے کا آلہ کار بنے۔ چاہے وہ اعمال و افعال کے اعتبار سے اسلام کی رو سے کسی بھی درجے کا ہو۔ کوٹ، پتلون اور چہرے کا مسخ ایک فیشن اور شرافت کی نشانی ٹھہرا۔ پگڑی، کھلا لباس اور داڑھی، دقیانوسیت، رجعت پسندی اور مذہبی جنون کے نام سے پہچانے جانے لگا۔ ہر چیز میں اپنے آقاؤں کی نقل اور ان کے نقش قدم پر چلنے کو معیار حق سمجھا جانے لگا اور یہ سب کچھ خود بخود نہیں ہو رہا تھا بلکہ باقاعدہ منصوبے اور طریقے سے اہل مغرب اپنے محکوم رعایا کے ساتھ کرتے رہے۔ اس طرح اسلامی تشخص تہذیب و تمدن دن بدن کمزور ہوتا گیا اور شعائر اللہ کی جگہ دن بدن مغربی شعار ان ملکوں میں مضبوط ہوتا گیا اور پہلے سے محکوم و مغلوب اقوام کی اولادیں ان کی پیروی میں مغربی تہذیب کو اپناتی رہیں جس کا اثر اب تک موجود ہے۔(۳۵۹)

ایک طاقتور تہذیب اور قوم جب جب ایک کمزور تہذیب اور قوم پر غلبہ پا لیتی ہے تو وہ محض ملک اور علاقے فتح نہیں کرتی بلکہ دل و دماغ بھی فتح کرتی ہے اور اپنی فتح اور غلبے کے استحکام اور استمرار کے لیے اس امر کی کوشش اور پلاننگ کرتی ہے کہ مغلوب تہذیب اور قوم کے دل و دماغ ہمیشہ مفتوح رہیں۔ وہ اس کی فکر اور تہذیب کو برتر سمجھیں، اس کے رسیا بن جائے، اس کی پیروی کرنے لگیں اور اپنی فکر کو حقیر، کمتر اور ناقص سمجھیں اور اس پر عمل کی خواہش و کوشش نہ کریں۔ غالب تہذیب اور قوم فکری سطح پر یہ منہج اس لیے اختیار کرتی ہے تاکہ وہ مغلوب قوم پر اپنا سیاسی تسلط جاری رکھ سکے اور اس کا معاشی استحصال کرتی رہے۔ یہی کچھ مغربی اقوام نے مسلم ممالک کے ساتھ کیا۔ مسلم معاشرہ جب کمزور ہو گیا اور مغربی اقوام نے طاقت پکڑی تو انیسویں اور بیسویں صدی میں مغربی قوموں نے مسلم ممالک پر قبضہ کر لیا۔ مغربی تہذیب مسلمان معاشرے پر شدت سے اثر انداز ہوئی ہے۔(۳۶۰)

مغربی تہذیب اسلام مخالف ہے اس کی فکری اساسات (ہیومنزم، سیکولرزم، لبرلزم وغیرہ)، علمی مناہج (وحی کی برتری تسلیم نہ کرنا اور عقل، حس اور تجربے کو مدار علم و حق سمجھنا) اور اس کا

ورلڈ ویو (دنیوی زندگی گزارنے میں اللہ اور دین کا کوئی کردار نہ ماننا اور انسان کو مختار مطلق سمجھنا کہ وہ جیسے چاہے زندگی گزارے) اسلام سے بالکل مختلف بلکہ اس کے متضاد ہے۔اور اس سے بڑھ کر مغربی طاقتوں کا عملی رویہ پہلے دن سے لے کر آج تک مسلم اور اسلام دشمنی پر مبنی ہے۔صلیبی جنگیں، مسلمانوں کو باہم لڑانے کی سازشیں (عربوں کو ترکوں سے لڑایا)، مسلمان ملکوں کو غلام بنانا، ان کا سیاسی اور معاشی استحصال، اور حال ہی میں افغانستان اور عراق پر قبضہ اور ظلم وستم اور فلسطین وکشمیر وچیچنیا وبوسنیا میں مسلم دشمن قوتوں کا ساتھ دینا......وغیرہ اس کے چند بڑے مظاہر ہیں۔(۳۶۱)

کیا ہمارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم ہر معاملے میں اللہ کی کتاب کے بتائے ہوئے رستے پر چلیں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کریں اور ہر اس چیز کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے باہر نکال پھینکیں جو اللہ رسولؐ کے بتائے ہوئے احکام کے خلاف ہے؟ ذلت ونکبت کے جس گڑھے میں ہم گرے ہوئے ہیں اور ظلم وستم کے جو پہاڑ ہم پر توڑے جارہے ہیں کیا اس کے بعد بھی ہم نہیں جاگیں گے اور کیا اس کے بعد بھی ہم خود کو نہیں بدلیں گے؟ اور کیا اب بھی ہم اس کے لیے تیار نہیں کہ ہم: احکام الٰہیہ کی اطاعت کریں (۳۶۲) اور مکمل یکسوئی سے کریں (۳۶۳) اور زندگی کے سارے معاملات میں کریں (۳۶۴) اور کفار اور اہل کتاب کی پیروی سے باز آجائیں (۳۶۵) تاکہ ہم دنیا میں بھی کامیاب ہوں (۳۶۶) اور آخرت میں بھی کامیاب ہوں (۳۶۷) اور اصل کامیابی تو آخرت ہی کی کامیابی ہے (۳۶۸) زندگی کے مختلف شعبوں میں غیر محسوس انداز میں گھسے ہوئے ان مغربی تصورات، اصطلاحات اور مظاہر کا ایک جائزہ لیں اور ابتدا کرتے ہیں تعلیم وتربیت سے۔

تعلیم ایک کاروبار اسلام میں تعلیم کاروبار نہیں خدمت اور مشن ہے۔مغربی تہذیب کے اثرات سے پہلے مسلم معاشرے میں پچھلی چودہ صدیوں میں تعلیم کبھی مال تجارت نہیں رہی تاہم اب یہ تجارت کا روپ اختیار کر دئی ہے۔(۳۶۹)

دینی مدارس میں فرقہ واریت ہمارے دینی مدارس جو فرقہ واریت کا گڑھ ہیں تو یہ بھی بالواسطہ مغربی تہذیب کے زیر اثر ہمارے حکمرانوں اور نوکر شاہی کی کوششوں کا

ثمر ہے۔حکومت نے ہر مسلک کا دینی تعلیم کا الگ وفاق (بورڈ) منظور کیا اور اسے اجرائے امتحانات وعطائے اسناد کا اختیار دیا، کیا وہ ان کا ایک وفاق نہ بنا سکتی تھی؟ کیا وہ ان کا ایک نصاب نہ بنا سکتی تھی؟ مدارس اور مساجد کی رجسٹریشن حکومت کرتی ہے۔کیا وہ یہ نہیں کرسکتی کہ مدارس و مساجد کے ناموں سے فرقہ واریت کا اظہار نہ ہو اور مساجد اللہ کا گھر ہوں جہاں بستی کے سب مسلمان مل کر نماز ادا کریں، نہ کہ فرقہ واریت کے گڑھ۔ پاکستانی حکمران یہ سب کچھ کرسکتے تھے اور آج بھی کرسکتے ہیں۔(۳۷۰)

معیار زندگی کی دوڑ مسلم روایت میں چونکہ ہر فرد کا ہدف آخرت کی کامیابی تھی لہٰذا دنیا میں ہر قیمت پر آسائشوں اور تعیشات کے حصول کی دوڑ نہ تھی بلکہ مسابقت نیکی کے کاموں میں تھی۔مغربی تہذیب میں چونکہ ہر فرد کا ہدف محض دنیا کی بہتری ہے، اس لیے مغربی اثرات کے تحت مسلم معاشرے بھی معیار زندگی کی دوڑ میں شامل ہو گئے ہیں۔اب ہر آدمی ہر وقت زیادہ سے زیادہ کمانے کی فکر میں لگا رہتا ہے تاکہ اس کا معیار زندگی بلند ہو سکے۔غریب طبقہ چھلانگ لگا کر متوسط طبقے میں شامل ہونا چاہتا ہے، متوسط طبقہ اعلیٰ متوسط طبقے میں، اعلیٰ متوسط طبقہ امیر طبقے میں اور طبقۂ امرا ہر وقت امیر تر بننے کے لیے کوشاں رہتا ہے اور وہ بھی ہر قیمت پر، خواہ جائز ہو یا نا جائز۔-۱۷۳)

عزت کا معیار دولت مسلم روایت میں عزت کا معیار تقویٰ تھا، مغرب کی پیروی میں معاصر مسلم معاشرے نے عزت کا معیار دولت کو بنالیا ہے۔اب معزز وہ ہے جس کے پاس کار، کوٹھی، بنک بیلنس اور کارخانے ہیں۔غریب آدمی کی کوئی عزت نہیں خواہ وہ کتنا بھی متقی اور پرہیزگار ہو۔(۳۷۲)

آمریت مردہ باد لیکن ؟ اسلامی تعلیمات کی رُو سے سیاسی استبداد اور ظلم کا راستہ بہر حال غلط ہے اور مسلمان حکمران کو مسلمان عوام کی مرضی اور مشاورت ہی سے برسراقتدار آنا چاہیے اور ان کی مرضی نہ تو اقتدار چھوڑ دینا چاہیے۔گویا آمریت غیر اسلامی ہے خواہ وہ کسی بھی مسلم ملک میں ہو، عراق میں یا پاکستان میں یا سعودی عرب میں۔لیکن اس کا جواز بنتا ہے کہ مغرب مسلمان معاشرے میں آمریت کی جگہ ''مغربی جمہوریت'' لاکر نافذ کردے جو اپنی اصل میں سو

فیصد کفر کے مماثل ہے۔لہٰذا صدام حسین کی آمریت بلاشبہ بری تھی لیکن بش کی آمریت ۔ معاف کیجیے گا۔ ''جمہوریت'' اس سے سوگنا زیادہ بری ہے۔امریکہ جب یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مشرقِ وسطیٰ میں آمریت کی جگہ ''جمہوریت'' لانا چاہتا ہے تو اس مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ وہ مغربی تہذیب کو یونیورسلائز کرنا چاہتا ہے اور اپنی لادینیت اور کفر کو مسلم معاشروں پر زبردستی طاقت کے زور سے ،مسلط کرنا چاہتا ہے۔ پاکستان میں اور عرب ممالک میں اس وقت بلا شبہ آمریت ہے اور بلاشبہ یہ بری ہے، یہ غیر اسلامی ہے۔(۳۷۳)

یہ سمجھنا کہ سود کے بغیر آج کی معیشت نہیں چل سکتی

مسلمان ملکوں کا یہودی سودخوروں کے مالیاتی اداروں (آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک وغیرہ) سے قرض لینا اور یہ سمجھنا کہ اس سے ان کی معیشت کو سہارا ملے گا اور وہ بہتر ہوجائے گی۔اور یہ باور کرنا کہ بنکوں کے بغیر انڈسٹری نہیں چل سکتی اور سود کے بغیر بنک نہیں چل سکتے اور انڈسٹری کے بغیر کوئی ملک آج زندہ نہیں رہ سکتا لہٰذا بنک اور سود آج کی معیشت کے لیے ناگریز ہیں۔مسلمانوں میں سود کے لفظ کی کراہیت کو دیکھتے ہوئے اس کی بجائے منافع ،انٹرسٹ، نفع نقصان کا کھاتہ(Profit and Loss A/c) جیسے الفاظ استعمال کرنا۔ یہ سمجھنا کہ فری مارکیٹ اکانومی اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن(WTO) کے گلوبائزیشن کے لیے اقدامات مسلمان ملکوں کے معاشی مفاد میں ہیں۔مسلمان ملکوں کا اپنی فاضل دولت امریکی و یورپی بنکوں میں رکھنا اور یہ سمجھنا کہ وہاں زیادہ محفوظ ہے اور اس پر سود وصول کرنا۔ ہر مسلمان ملک کے وزیر مالیات کا یہودی مالیاتی اداروں (ورلڈ بنک، آئی ایم ایف وغیرہ) اور امریکہ و یورپ کی منظوری سے مقرر ہونا اور اکثرہ بیشتر انہی اداروں کے تربیت یافتہ افراد کا اس اہم وزارت پر تقرر تا کہ یہ بات یقینی ہوجائے کہ اس ملک کی معاشی پالیسیاں ان اداروں اور مغربی حکومتوں کی مرضی کے مطابق چلیں گی۔(۳۷۴)

بعض ناجائز پیشوں کی کراہت محسوس نہ کرنا

بہت سے پیشے ایسے ہیں جن کا ناجائز ہونا ہر مسلمان پر واضح ہے جیسے منشیات فروشی یا قحبہ گری۔لیکن مغربی تہذیب کے زیر اثر ہمارے ہاں دوسرے بہت سے ایسے پیشے بھی وجود میں آگئے ہیں جو ناجائز

لیکن ان کی طرف ہمارا دھیان نہیں جاتا جیسے: فحش فلموں، گندے ڈراموں اور واہیات گانوں کے کیسٹ اور سی ڈیز بیچنا۔ فلموں، ڈراموں اور تھیٹر میں سوانگ رچانا یعنی ایکٹنگ کرنا۔ ناچنے اور گانے کو بطور پیشہ اختیار کرنا۔ غیر تعمیری اور فحش گانے، فلمیں اور ڈرامے بنانا اور تھیٹر چلانا۔ بیوٹی پارلر چلانا۔ ایکٹنگ، ڈانس اور گانے سکھانے کے لیے آرٹ اکیڈیمیاں چلانا۔ عورتوں کا سیلز گرلز کے طور پر کام کرنا۔ مخلوط تعلیم دینے والے تعلیمی ادارے قائم کرنا، چلانا ان میں پڑھانا اور اپنے بچوں کو وہاں تعلیم کے لیے بھجوانا۔ سمگلنگ کا مال بیچنا۔ ریس کے گھوڑے پالنا، انہیں دوڑانا اور ان پر شرطیں لگانا۔ اسقاط حمل کے کلینک چلانا۔ سود اور سٹے کا کاروبار کرنا۔ جن لوگوں کے ذرائع آمدنی واضح طور پر ناجائز ہیں ان سے پیسے لے کر مسجدیں اور مدرسے چلانا۔ بنک، انشورنس کمپنیاں اور ایسے مالیاتی ادارے چلانا جن میں سود اور استحصال کا عنصر ہو۔ اغوا کر کے لوگوں کو لوٹنا۔ عامل بن کر جادو و طلسم کا کاروبار کرنا۔ وغیرہ ذلک کثیر۔ (۳۷۵)

ایسا لباس پہننا جو جسم نہ چھپائے اس کے تازہ ترین مظاہر یہ ہیں: مسلم روایت میں عورت کو ہاتھ پیر اور چہرے کے سوا باقی جسم کھلا رکھنے کی ممانعت ہے۔ ہمارے ہاں پہلے عورتوں کی آدھی آستینوں کا رواج ہوا، تازہ فیشن یہ ہے کہ پوری آستین غائب اور قمیض اطراف سے اتنی اونچی کہ وہ رانوں کو نہ ڈھانکے اور شلوار کی موری اتنی تنگ اور اونچی کہ پنڈلیاں نمایاں ہوں اور نیچے سے ننگی، ساڑھی میں جسم کا کچھ حصہ ننگا رکھنے کا فیشن تو تھا اب عورتوں میں پینٹ شرٹ (خصوصاً جینز اور جوگر) پہننے کا رواج بھی پچھلے چند سالوں سے ترقی کر رہا ہے۔ (۳۷۶)

گھر میں عورتوں کی حکمرانی پچھلی کچھ صدیوں سے مسلمان معاشرت میں عورت کو وہ مقام حاصل نہیں رہا جو اسلام نے اسے دیا ہے مثلاً اسے وراثت میں سے حصہ نہ دینا، خاندان سے باہر شادی نہ کرنا، عورت کی بلا وجہ تحقیر کرنا، اسے حصول علم کا موقع نہ دینا، علمی و ادبی سرگرمیوں سے اسے محروم کرنا، دوسری شادی کو برا سمجھنا وغیرہ۔ اس کے برعکس مغربی تہذیب دوسری انتہا پر چلی گئی اور عورتوں کو 'آزادی' اور 'حریت' کے نام پر معاشرت میں وہ مقام دے دیا جو فطری طور پر اس کا حق نہیں تھا۔ اس سے ایک دوسری نوعیت کا بگاڑ پیدا ہو رہا

ہے۔ ہمارے ہاں اس کے کچھ مظاہر یہ ہیں:۔عورت کا شوقیہ ملازمت وتجارت کرنا۔خاوند جو کچھ کمائے اسے بیوی کی قانونی ملکیت بنا دینا۔ مغربی لباس پہننے کو تفاخر کا سبب سمجھنا اور مقامی لباس کو حقیر سمجھنا۔(۳۷۷)

عورتوں میں بے پردگی کی وبا برقعے سے چادر تک کا سفر، پھر چادر کا سائز سکڑتا ہوا دوپٹا بن گیا اور کپڑا الململ کی طرح پتلا ہوتا چلا گیا۔ پھر دوپٹا بھی سر سے اتر کر کندھوں پر آیا اور بلکل کی طرح آگے پیچھے سے ڈھانپنے کی بجائے رسی کی طرح اکٹھا کر کے صرف اگلی طرف تھوڑا سا پھیلا لیا گیا۔ پھر اس سے اگلی منزل آئی کہ صرف ایک کندھے پر لٹکا لیا جاتا ہے!اور کچھ وہ خواتین بھی ہیں جو دوپٹے کا جھنجھٹ پالتی ہی نہیں اور اگر انہوں نے پینٹ شرٹ پہنی ہو، بال کٹے ہوں، ہونٹوں میں سگریٹ ہو تو بعض بچے اس پر شرط لگاتے دیکھے گئے ہیں کہ یہ عورت ہے یا مرد؟ اس موضوع پر اکبر الہ آبادی مرحوم کی رباعی اگر چہ پرانی ہو چکی ہے لیکن مزیدار ہے، ایک دفعہ اور پڑھ لینے میں کیا حرج ہے؟

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں۔ اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا؟۔ کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا(۳۷۸)

شمشیر و سناں اول ' طاؤس و رباب آخر مسلم نقطۂ نظر کی ترجمانی اقبال نے یوں کی ہے کہ۔

میں تجھ کو بتاتا ہوں تقدیر امم کیا ہے۔ شمشیر وسناں اول، طاؤس ورباب آخر(۳۷۹)

لیکن مغرب کے اندھے مقلدوں کو شیطان اور نفس حیوانی یہ سوچنے کا موقع نہیں دیتا کہ جو قوم اور تہذیب ''طاؤس ورباب اول'' اور ''شمشیر وسناں آخر'' کے اصول پر عمل کرتی ہے وہ اپنے جینے کا استحقاق کھو دیتی ہے۔ مغرب کا طاؤس ورباب اس لیے چل رہا ہے کہ وہاں آج بھی شمشیر وسناں اول ہے۔ سارے عالم اسلام کا دفاعی بجٹ ملا لیا جائے تو وہ اتنا نہیں بنتا جتنا اکیلے امریکہ کا دفاعی بجٹ ہے۔ امریکہ کے پاس جتنا ایٹمی اور تباہ کن اسلحہ ہے سارا عالم اسلام اس کے

پاسنگ بھی نہیں اور امریکہ اسے چند منٹ میں ملیامیٹ کر سکتا ہے اور مسلمان ممالک اس کا معمولی جواب دینے کی اہلیت بھی نہیں رکھتے لہٰذا خواتینِ مغرب کی ننگی پنڈلیوں اور تھرکتے جسموں کو ''روشن خیالی'' اور ''ترقی'' کی معراج سمجھنے والے جنت الحمقاء میں بستے ہیں۔(۳۸۰) مخلوط تعلیمی ادارے' شادیوں میں مخلوط تقریبات' شادہ بیاہ کی مووی بنانا' شادی کا فنکشن رکھنا' مہنگی شادی' شادی میں ناچ گانا' کتے پالنے کا شوق' لومیرج' انٹرنیٹ کیفے اور سی ڈیز شاپس' ویلنٹائن ڈے' بسنت' پاپ میوزک' مخلوط میراتھن ریس' تعلیمی اداروں کے بے ہودہ فیشن شوز اور ان شوز میں مرد حضرات کا جج مقرر ہونا' بیوٹی پارلرز' ہوٹلنگ' سیلز گرلز' اولڈ ہومز' فحاشی وعریانی' عورت برائے لذت وغیرہ نہ جانے اور ایسے کتنے ہی اثرات ہیں جو کہ آج ہماری تہذیب میں نظر آتے ہیں۔(۳۸۱)

مغربی ثقافت اور مسلم مفکرین

اکبر الہ آبادی اکبر الہ آبادی نے اپنی قوم کی اصلاح اور اپنے زمانے کی نوجوان نسل کی رہنمائی کی۔ وہ اسلام کو زندگی کی تمام کامیابیوں کا سرچشمہ سمجھتے تھے۔ان کا دل یہ دیکھ کر روتا تھا کہ انگریزی تعلیم اور مغربی ثقافت کے اثرات ان کی قوم کے نوجوانوں کو برباد کر رہے ہیں۔اکبر الہ آبادی ان تمام باتوں کے خلاف جنگ آزمار ہے جن کا تعلق بدمذاقی' اندھادھند تقلید' بے تمیزی اور تنگ نظری سے ہے۔وہ جہاں مغرب کی کورانہ تقلید کی مخالفت کرتے ہیں وہاں وہ ان لوگوں کے بھی خلاف ہیں۔ جو اپنی ثقافت سے دور ہیں اور مغربی ثقافت کے اثرات ان کو مذہب سے بیگانہ کر رہے ہیں اس لیے وہ فرماتے ہیں۔

ہمنشیں کہتا ہے کچھ پرواہ نہیں مذہب گیا۔ میں یہ کہتا ہوں بھائی یہ گیا تو سب گیا
رات بنگلے میں میری آئی تھی آواز اذان۔ جی رہے ہیں ابھی کچھ لوگ اگلے زمانے والے(۳۸۲)

اکبر الہ آبادی کے طنز کا نشانہ خاص طور پر وہ لوگ تھے جو مغربی ثقافت کا شکار ہوتے جارہے تھے اور اپنی روایات سے منہ موڑتے جارہے تھے۔وہ اس سلسلے میں کہتے ہیں۔

ہوئے اس قدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا۔ کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے ہسپتال جاکر(۳۸۳)

بزرگوں کی عزت واحترام ہماری ثقافت کی نمایاں خصوصیت رہی ہے لیکن اکبرالہ آبادی دیکھ رہے تھے کہ مغربی تہذیب وثقافت بزرگوں کی عزت واحترام کو ختم کرتی جارہی ہے

چنانچہ وہ کہتے ہیں

ہم ایسی کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں۔ کہ جن کو پڑھ کر بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں (۳۸۴)

جو آج کل درسگاہوں میں روحانی طور پر مغربی ثقافت کے خنجر سے کاٹی جارہی ہے اکبر انگریزی طرز کی ان درسگاہوں کو طلبہ کی قتل گاہیں سمجھتے تھے۔ جہاں انہیں ذہنی طور پر اپاہج بنایا جارہا تھا اور روحانی طور پر مفلوج کیا جارہا تھا وہ کہتے ہیں کہ

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا۔ افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی(۳۸۵)

آج کل مغربی تقلید میں جو ہمارے طلبہ فضول خرچی کو اپنا شعار جیسے موبائیل فون آج کل سب کے ہاتھ میں ہے اور بے حیائی کو آزادی سمجھتے ہیں اس کے بارے میں اکبر کہتے ہیں۔

نئی تہذیب میں دقت زیادہ تو نہیں ہوتی ۔ مذاہب رہتے ہیں قائم فقط ایمان جاتا ہے (۳۸۶)

علامہ اقبال علامہ اقبال نے مشرق و مغرب دونوں معاشروں کا انتہائی گہرائی سے مطالعہ کیا اور دونوں معاشروں کے ایک دوسرے پر اثرات کا جائزہ لیتے ہوئے نظریہ پیش کیا۔ ان کے مطابق ہماری ثقافت میں کچھ ایسے اجزاء مغرب کے میل جول سے شامل ہوگئے ہیں جن کے سبب قومی شعور کے مبتاٹے میں بے خبری اور بے حسی ہوگئی ہے۔ اس کے علاوہ انتہا پسندی کے تعصبات پیدا ہوگئے ہیں۔ انہی اثرات کو محسوس کرتے ہوئے علامہ اقبال کہتے ہیں

سن اے تہذیب حاضر کے گرفتار ۔ غلامی سے بدتر ہے بے یقینی

اپنی ملت پر قیاس مغرب سے نہ کر ۔ خاص ہے ترکیب میں رسول ہاشمی(۳۸۷)

علامہ اقبال کو نئی نسل سے یہ شکایت تھی کہ ان کے ذہن مرعوبیت کا شکار اور ان کا تفکر مغرب زدہ ہے ان کی اپنی کوئی سوچ ہے نہ اپنی ذاتی فکر۔ ان کی اپنی دماغی قوتیں معدوم ہوتی جارہی ہیں۔ اقبال کے نزدیک موجودہ نسل میں مغربی ثقافت کا رجحان بڑھتا جارہا ہے۔ بے یقینی اور لادینی نے انہیں اس طرح اپنی گرفت میں لے لیا کہ اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹتے جارہے ہیں۔ مغرب پرستی کا رجحان اتنا غالب آگیا کہ اپنی چیزوں کی قدر و قیمت ان کی نظروں سے گرتی جارہی ہے اور مغرب کی ہر چیز محترم بنتی جارہی ہے وہ کہتے ہیں

یورپ کی غلامی پر رضا مند ہوا تو۔ مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں (۳۸۸)

قدم قدم پر مغربیت کے فروغ کے لیے جال بچھا دیئے گئے ہیں جو ہر آن اسلامی تہذیب وثقافت کا گلا گھونٹنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایک طرف مغرب نوازی نے ہماری تعلیم کو مسخ کر دیا ہے تو دوسری طرف موجودہ نسل کو اپنی معاشرت وثقافت حتیٰ کہ دین سے بھی بیگانہ کر دیا ہے اور یہ کام تعلیمی اداروں کے ذریعے کیا گیا۔ بقول علامہ اقبال

گلا تو گھونٹ دیا اہل یورپ نے تیرا کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ(۳۸۹)

علامہ اقبال کے مطابق علم حاصل کرنا کوئی بری بات نہیں مگر ہمارے نوجوان جب مغرب سے تعلیم حاصل کر کے آتے ہیں تو اپنی خودی کو ختم کر کے خود بھی مغربی بننا چاہتے ہیں۔ وہ نظریاتی اعتبار سے مغرب کے غلام بن جاتے ہیں۔ یہ الفاظ تو یاد کر لیتے ہیں لیکن علم کی روح سے نا آشنا رہتے ہیں۔ ہمارے نوجوان برگسان اور ہیگل کے غلام بن کر رہ گئے ہیں۔ اپنی ایک نظم ایک فلسفہ زادہ سید زادہ کے نام میں اقبال اس حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

جوہر میں ہے لا الہ تو کیا غم تعلیم ہو گو فرنگیانہ (۳۹۰)

اقبال کے نظریے کے مطابق انگریزوں کی قوت کا راز جنگ ورباب اور رقص وسرور کی محفلوں میں نہیں نہ عریاں ہو کر ناچنے کی وجہ سے ہے۔ ہمارے نوجوانوں کو علم وفن حاصل کرنا چاہیے اور اپنی فکر کو چالاک بنانا چاہیے۔ ملبوسات کے بجائے مغز کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود یہ مسلمان ہیں؛ جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود (۳۹۱)

مشترک قدریں مسلمانوں اور یہودیوں کے مذہب اور تہذیب وثقافت میں مشترک چیزیں زیادہ اور مختلف چیزیں کم ہیں۔ مسلمانوں کے تہنیت کے الفاظ ''السلام علیکم'' جبکہ یہودیوں کے تہنیتی الفاظ ''شالوم'' ہیں جس کے معنیٰ ''امن وسلامتی'' ہے۔ تلمود کا ایک اقتباس اس بات پر ختم ہوتا ہے کہ ''ایک بے گناہ انسان کو قتل کرنا پوری نسانیت کو قتل کرنے کے جیسا ہے اور ایک بے گناہ انسان کی جان بچانا پوری انسانیت کو بچانے جیسا ہے'' یہی الفاظ قرآن میں بھی آئے ہیں۔ (۳۹۲)

اخلاقیات کے بنیادی عناصر مہذیب اقوام کی تہذیب وثقافت اور ادیان عالیہ میں مشترک ہیں۔ زنا، چوری، ظلم، قتل ناروا کس مذہب میں جائز ہے۔ (۳۹۳) اسی طرح عبادات میں بھی اشتراک

پایا جاتا ہے مثلاً روزہ ہے جس کا مشترک ہونا قرآن پاک سے ثابت ہوتا ہے۔(۳۹۴)

اہل کتاب سے تاریخی رشتے تاریخ عالم اور تاریخ اسلام اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمان ہمیشہ حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ بین التہذیبی و بین الثقافتی تقارب اور ہم آہنگی کے لیے اسلام نے دور عروج میں جو تدبیریں اختیار کی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔ داعی اعظم محمد ﷺ نے تمام مذاہب کے ماننے والوں کو آپس میں بھائی اور امت واحد قرار دیا: ''الناس کلھم اخوۃ'' سب لوگ بھائی بھائی ہیں (۳۹۵) ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ''انھم امۃ واحدۃ (۳۹۶) یعنی وہ سب ایک امت ہیں'' اول الذکر حدیث میں لفظ ''الناس'' کا تذکرہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ پوری انسانیت کے رسول اور قوام عالم کے لیے رحمت ہیں۔ لفظ ''الناس'' قرآن میں 241 مرتبہ پایا جاتا ہے۔ اس لیے اس وقت اسلامی تہذیب وثقافت نہ صرف یہودیوں اور عیسائیوں بلکہ تمام دنیا والوں کی تہذیب وثقافت ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ'' کنتم خیر امۃ اخرجت للناس'' (۳۹۷) یعنی تم ایک بہترین امت ہو جو سارے انسانوں کی نفع رسانی کے لیے نکالی گئی ہو'' یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام انسانوں کو ایک امت قرار دیا ہے۔ کچھ عرصے پہلے مغرب کے ہم عصر ماہرین اسلام نے مسلمان اہل علم سے مکالے کا آغاز کیا تا کہ دونوں برادریوں کے درمیان افہام وتفہیم کے لیے پل تعمیر ہو سکیں (۳۹۸) تاریخ کے بعد کے ادوار میں یہ مکالمہ ثقافتی، سیاسی، معاشی اور سماجی سطح پر جاری رہا۔ یہ اس وقت بھی جاری رہا جب مسلمان اور ان کے مغربی حریف مد مقابل تھے۔ اس کی ایک نمایاں مثال 771ء تا 1492ء سات صدیوں سے زیادہ محیط اندلس میں مسلمانوں کا دور حکومت ہے۔(۳۹۹) بین التہذیبی و بین الثقافتی تقارب وہم آہنگی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک تمام انسانوں کے مابین قدرِ مشترک دریافت نہ کرلی جائے۔ انسانی معاشروں کے مابین کسی ''قدر مشترک'' کے حصول کے لیے سب سے بڑی بنیاد توحید ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ مختلف تہذیبوں میں الہ کا کیا تصور پایا جاتا ہے۔

مختلف تہذیبوں میں خدا / الہ کا تصور آپ ﷺ نے اپنے مخاطبین سے نزاع یا افتراق پیدا کرنے کی بجائے اس بات کی کوشش فرمائی کہ جن اصولوں پر اشتراک واتحاد ہے کہ اس کے ''مشترکہ پہلوؤں'' کو استدلال کے ذریعے واضح کر دیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے اور عہد قدیم کی دیگر اقوام کے درمیان ''قدر مشترک'' کو تلاش فرمایا اور اس کو بنائے بحث واستدلال بنایا۔(۴۰۰)

Who is Allah The Great Allah is considered by Muslims to be omnipotent, omnipresent, and omniscient, while at the same time above and outside of all creation. He is said to be "in Heaven"(401) and "in the heavens and the earth"(402),but also said to be "nearer to him [man] than his jugular vein"(403);He constantly watches all that goes on in the world, and knows all things.(404)

God:. A superhuman person regarded as having power over nature and human fortunes. The creator and ruler of the universe in Christian, Jewish and Muslim teaching.(405)

ہندو تہذیب میں خدا کا تصور : لفظ ''ہندو'' سنسکرت میں دریائے انڈس کے نام ''سندھو'' سے آیا ہے۔(۴۰۶) ہندو دھرم دنیا کے بڑے مذاہب میں سے ایک ہے۔ ہندوازم دنیا کا قدیم ترین مذہب ہے جس کی پیروی آج بھی کی جاتی ہے۔ ہندوازم ایک عوامی مذہب ہے ۔ ہندوازم کا کوئی موجد اور کوئی عقیدہ نہیں ہے ۔ یہ ایک غیر ادارتی مذہب ہے ۔(۴۰۷) ہندو مذہب کو عام طور پر ویدک دور' برہمن دور اور تریمورتی دور میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔(۴۰۸) عموماً ہندومت کو ایسے مذہب کے طور پر لیا جاتا ہے جس میں کثرت خدا کا تصور ہے ۔ درحقیقت بہت سے ہندو اس کی تصدیق کرتے ہیں اور وہ کئی خداؤں پر اعتقاد رکھتے ہیں ۔ کچھ ہندو تین خداؤں جبکہ بعض ہندو تو ۳۳ کروڑ خداؤں پر یقین رکھتے ہیں ۔ تاہم پڑھے لکھے ہندو جو اپنی کتابوں سے واقفیت رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ ہندو کو صرف اور صرف ایک خدا کی ہی پوجا کرنا چاہیے ۔ ہندو اور مسلمان کے اعتقاد میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ ہندوؤں کے نزدیک ہر شے خدا ہی ہے جبکہ مسلمان کے نزدیک ہر شے خدا کی ہے ۔(۴۰۹) ۔ ہندومت کا کوئی بانی نہیں ہے جس نے کوئی بنیادی پیغام دیا ہو۔ نہ عیسیٰ اور محمد (ﷺ) کی طرح کا رہنما' ہندوؤں کے یہاں کنفیوشس کی طرح کا

کوئی شخص بھی نہیں ہے۔ان کے یہاں اپنی ایسی شخصیتیں نہیں ہیں جیسے جینیوں کے یہاں مہاویر(سوامی)بدھوں کے یہاں گوتم بدھ سانکھیہ منی اور سکھوں کے یہاں (گرو) نانک۔ایک مفہوم کے مطابق ہندومت کا بانی ایک انبوہ ہے،جس کی شخصیتیں تاریکی میں ہیں۔(۴۱۰)

سکھ تہذیب میں خدا کا تصور: خدا کے تصور کے حوالے سے کسی بھی سکھ کے تصورات کو بہتر انداز میں ''مل منترا'' میں بیان کیا جاتا ہے۔مل منترا سکھوں کے بنیادی عقائد کے مجموعے کو کہتے ہیں۔اسے گروگنتھ صاحب کے شروع میں بیان کیا گیا ہے۔سری گرنتھ صاحب کی جلد اول،جیپوجی کا پہلا شعر ہے''صرف ایک خدا کا وجود ہے جو حقیقتاً تخلیق کرنے والا ہے،وہ خوف اور نفرت سے عاری ہے،وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا مگر لافانی ہے،وہ خود سے وجود رکھنے والا،عظیم اور رحیم ہے۔''(۴۱۱)سکھ مذہب میں خدا کا تصور ایک غیر واضح اور مبہم ہے جسے ''ایک اومکارا'' کہا جاتا ہے۔جب خدا کی واضح صفات بیان کی جائیں تو اسے اومکارا کہا جاتا ہے۔سکھ مذہب میں خدا کی کئی ایک صفات بیان کی جاتی ہے مثلاً کرتار(خالق)،صاحب(بادشاہ)،اکال(ابدی)،ست نام(مقدس نام)،پروردگار(محبت سے پرورش کرنے والا)،رحیم(رحم کرنے والا)اور کریم(خیر خواہ اور کرم کرنے والا)۔(۴۱۲)سکھ مذہب میں خدا کے لیے''واہے گرو''یعنی ایک سچا خدا کے الفاظ بھی آئے ہیں۔سکھ مذہب،بت پرستی کی بھی شدید مخالفت کرتا ہے۔(۴۱۳)

زرتشت یا پارسی تہذیب میں خدا کا تصور: دساتیر میں خدا کے متعلق یوں بیان کیا گیا ہے i۔وہ ایک ہے۔ii۔اس کا کوئی ہمسر نہیں۔iii۔نہ اس کی ابتداء ہے اور نہ ہی انتہا۔iv۔نہ کسا کا کوئی باپ ہے نہ ہی کوئی بیٹا،نہ کوئی بیوی ہے اور نہ ہی اولاد ہے۔v۔وہ بے جسم اور بے شکل ہے۔vi۔نہ آنکھ اس کا احاطہ کرسکتی ہے۔نہ ہی فکری قوت سے اسے تصور میں لایا جاسکتا ہے۔vii۔وہ ان سب سے بڑھ کر ہے جن کے متعلق ہم سوچ سکتے ہیں۔viii۔وہ ہم سے زیادہ ہمارے نزدیک ہے۔(۴۱۴)زرتشت ان الفاظ سے اہورمزدا سے مخاطب ہوتا ہے''اے اہورمزدا مجھے ایسا علم عطا فرمائیے جو میرے ذہن کو عمدہ بنائے تاکہ میں صرف ایک خدا کی عبادت کروں۔زرتشت شرک کی نفی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ''اے اہورمزادمیرے نزدیک آپ سب سے بڑے ہیں اور آپ کے علاوہ ہر ایک کی میں اپنے ذہن سے نفی کرتا ہوں۔زرتشت

مذہب کی رو سے تمام اشیاء خالق کا خدا ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ سب کچھ دیکھتا ہے اور سب کچھ سنتا ہے اور تمام کائنات پر اپنی مرضی سے تصرف کرتا ہے۔(۴۱۵)

بدھ مت تھذیب میں خدا کا تصور : بدھ مت کے موسس کا نام گوتم بدھ تھا۔ یہ کروڑوں انسانوں کا مذہب ہے۔(۴۱۶) بدھ کے نظریات میں کہیں خدا کی مخالفت میں اشارہ تک نہیں ملتا۔(۴۱۷) تاہم بدھ مذہب میں خدا کا کوئی تصور نہیں ملتا اور نہ خود بدھا نے کبھی خدائی کا دعویٰ کیا اور نہ ہی اپنے آپ کو نجات دہندہ کی حیثیت سے پیش کیا۔ لیکن خود بدھا کے نزدیک خدا کا تصور نہیں تھا۔ لیکن بدھا کی وفات کے بعد خود اس کے پیروکاروں نے اسے الوہیت کا سب سے اعلیٰ درجہ دے دیا اور اس کے علم کو لامحدود قرار دے دیا گیا۔(۴۱۸)

یھودی تھذیب میں خدا کا تصور : ''یہوواہ'' خدائے واحد کا توصیفی نام عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ قدیم اسرائیل میں یہ رائج تھا اس کے لغوی معنیٰ ''قادر مطلق'' ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں۔ مسلمانوں مفکروں کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے وہی معنیٰ ہیں جو عربی زبان میں ''یاھو'' کے ہیں سورہ بقرہ کی آیت (۲۵ اور ۱۵) اور سورہ طہٰ (آیت (۱۱۰) میں اس کے یہی معنیٰ استعمال ہوئے ہیں۔(۴۱۹)

الہامی مذاہب میں یہودیت نے 13 سو سال قبل مسیح خداوند یہواہ کا نظریہ پیش کیا جو نہایت منتقم انداز میں صرف یہودیت کے مفاد کے علاوہ دوسرے انسانوں کے لیے کوئی گوشہء عاطفیت نہیں رکھتا۔(۴۲۰)

عیسائی تھذیب میں خدا کا تصور: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی تعلیمات خالص توحید پر مبنی تھی۔ مگر بعد میں اس کی جگہ تثلیث نے لے لی۔ اس کی رو سے موجودہ عیسائی ایک خدا میں تین ذاتوں کے قائل ہیں۔ جن میں باپ' بیٹا اور روح القدس یا باپ' بیٹا اور کنواری مریم شامل ہیں۔ تثلیث کے عقیدہ کو بادشاہ قسطنطین نے قانونی شکل میں نافذ کر دیا۔ اس طرح تثلیث عیسائیت کا عقیدہ بن گئی۔ سو سال بعد حضرت مریم کو بھی بطور خدا مذہب کا حصہ بنا دیا گیا۔ یعنی ایک میں تین' تین میں ایک۔ یہ عیسائیت میں شرک کا آغاز تھا۔ عیسائیوں میں خدا کے وجود کا عقیدہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اسلام میں ہے۔ یہ خدا تمام صفات سے متصف ہے وہ ایک زندہ

جاوید وجود ہے اسے محسوس کیا جاسکتا ہے۔اور''ایک''کو''تین''اور''تین''کو''ایک'' ثابت کرنے والے''یسوع مسیح'' کے پیروکاروں کی''انجیل مرقس'' میں ہے(۴۲۱) جوکہعبرانی زبان میں اس طرح سے مذکور ہے۔

"Shama Israelu Adonai Ilo Hayno Adna Ikhat"(422)یعنی''یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خداوند ایک ہی خداوند ہے۔''(۴۲۳)اناجیل کی مختلف آیات سے یہ بات پایہ ثبوت کوپہنچ جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ موحد تھے اورانہوں نے بار بار لوگوں کووحدت پرستی کی تلقین کی۔(۴۲۴)مثلاً'' پھرکسی سردار نے اس سے سوال کیا کہ اے نیک استاد میں کیا کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں تو یسوع نے اس سے کہا''تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟''کوئی نیک نہیں مگر یعنی یک خدا''(۴۲۵)۔یوحنامیں ہی مزید ارشاد ہے کہ''اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کواور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں''(۴۲۶)۔عیسائیت میں خدا کے تصور کے بارے میں مزید ارشادات ☆''خدواند اپنی مقدس ہیکل میں ہے' خداوند کا تخت آسمان پر ہے''(۴۲۷) ☆''خداحی القیوم ہے''(۴۲۸) ☆''اور یہ بھی کہا تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا' کیونکہ انسان مجھے دیکھ کر زندہ نہیں رہے گا''(۴۲۹)

اسلامی تہذیب میں خدا کا تصور: اسلام میں خدا کی نہایت جامع اور مختصر تعریف سورہ اخلاص کی چار آیات میں موجود ہیں۔''قل ھواللہ احد۔اللہ الصمد۔لم یلدولم یلد۔ولم یکن لہ کفواًاحد۔(القرآن،سورہ اخلاص،سورہ نمبر۱۱۲،آیت نمبر۱تا۴)ترجمہ''کہووہ اللہ ہے' یکتا 'سب سے بے نیاز اور سب اس کے محتاج ہیں۔نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے''۔سورہ اخلاص دین کی بہترین کسوٹی ہے۔چار آیات پر مشتمل یہ سورت خدا کے مطالعے کے لیے ایک کسوٹی اور ایک پیمانے کا درجہ رکھتی ہے۔اگر کوئی خدائی کا امیدوار ہے تو ضروری ہے کہ اسے بھی اس کسوٹی پر پرکھا جائے۔چونکہ اس سورت میں اللہ رب العزت کی یکتا صفات کا احاطہ کیا گیا ہے لہذا اس سورۃ کی روشنی میں جھوتے خداوٗں اور الوہیاتی امیدواروں کو باآسانی رد کیا جاسکتا ہے۔(۴۳۰)

اللہ تعالیٰ کو غذا کی ضرورت نہیں جبکہ انسان کو زندہ رہنے اور نشوونما کے لیے غذا کی ضرورت ہوتی ہے (۴۳۱)۔ترجمہ'' کہو کیا اللہ کو چھوڑ کر میں کسی اور کو اپنا سرپرست بنالوں اس خدا کو چھوڑ کو جو زمین و آسمان کا خالق اور جو روزی دیتا ہے روزی لیتا نہیں ہے'' (۴۳۲) اللہ کو آرام و نیند کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ کوئی انسان ایسا نہیں جو آرام کیے مسلسل زندہ رہ سکتا ہے۔(۴۳۳) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ'' اللہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ نہ سوتا ہے اور نہ اسے اونگھ اتی ہے'' (۴۴۳) اللہ تعالیٰ کسی چیز اور بات کو نہیں بھولے گا کیونکہ بھول جانا ایک ایسا عمل ہے جو اللہ کے لیے نہیں ہوسکتا ہے بلکہ یہ انسانی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو ظاہر کرتی ہے۔ارشاد ربانی ہے کہ ترجمہ'' (موسیٰ نے) کہا کہ اس کا علم میرے رب کے پاس ایک نوشتے میں محفوظ ہے میرا رب نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے'' (۴۳۵) ☆

وہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔خدا کے متعلق یہ اسلامی تصور ہے کہ وہ ہر چیز کی قدرت اور طاقت رکھتا ہے۔قرآن میں کئی جگہ آیا ہے ترجمہ'' اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے'' (۴۳۶) انسان کی فطرت ایک ایسا خدا چاہتی ہے جس سے وہ براہ راست مربوط ہوسکے۔مگر موجودہ مذاہب اس کو ایسا خدا دیتے ہیں جس سے وہ صرف بالواسطہ طور پر مربوط ہوسکتا ہے۔تمام مذاہب میں صرف اسلام ہے جو انسان کو براہ راست خدا سے ملاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام آج بھی اپنی اصلی الہامی شکل میں باقی ہے۔جبکہ دوسرے الہامی مذاہب ملاوٹ کی وجہ سے اصلی صورت کھوچکے ہیں۔(۴۳۷)

بین التہذیبی و بین الثقافتی مکالمہ اور دعوت کے لیے ضرورت آرنلڈ ٹائن بی نے 26 تہذیبوں اور پروفیسر ساروکن نے 36 تہذیبوں کا تقابلی مطالعہ کیا ہے۔ان کے مشاہدے کے ہر تہذیب کا بنیادی تصور کسی نہ کسی حیثیت سے خالق کائنات سے کسی نہ کسی نوعیت کے تعلق کی بنیاد پر تشکیل پاتا ہے۔خواہ وہ توحید کی بنیاد پر ہو یا شرک کی بنیاد پر'البتہ آفاقیت' مابعد الطبیعیاتی قوت سے رشتہ اور تعلق' کائنات کی روحانی حقیقت کا اعتراف کسی نہ کسی شکل میں ہر تہذیب میں موجود تھا۔'' (۴۳۸) اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس کے دامن میں رواداری' بین المذاہب یگانگت وہم آہنگی' بین التہذیبی و بین الثقافتی تقارب وہم

آہنگی پُر امن بقائے باہم دین کی تبلیغ واشاعت کے حوالے سے عقیدہ ومذہب کی آزادی کا وسیع تر تصور ملتا ہے۔(۴۳۹) قرآن حکیم نے "لکم دینکم ولی دین" (۴۴۰) یعنی تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین" کا نظریہ متعارف کروایا۔ قرآن حکیم نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے اس ارشاد کے ساتھ اہل کتاب کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونے کی دعوت دی تھی۔قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم (۴۴۱) **ترجمہ** :اہل کتاب کو کہہ دیجئے کہ آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

امام فخر الدین الرازی (۴۴۲)' امام ابن جریر طبری (۴۴۳)' علامہ آلوسی (۴۴۴)' علامہ جلال الدین سیوطی (۴۴۵)' سلامہ شوکانی (۴۴۶)' قاضی ثنا اللہ پانی پتی (۴۴۷) ڈاکٹر وہبہ الزحیلی (۴۴۸)' مفتی محمد شفیع (۴۴۹)' اور سید مودودی (۴۵۰) وغیرہ کی رائے کے مطابق یہ آیت اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی۔ اس آیت میں الہامی تعلیمات کے پیرو اہل کتاب یہود و نصاریٰ دونوں کو خطاب ہے۔ بین التہذیبی و بین الثقافتی تقارب و ہم آہنگی کے لیے قرآن حکیم کی یہ پیشکش شاید اسوقت تو قابل اعتنا نہ سمجھی گئی لیکن دور جدید میں اس کی ضرورت و اہمیت کھل کر سامنے آ گئی۔

بین التہذیبی و بین الثقافتی تقارب و ہم آہنگی تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

غزوہ خیبر میں جو مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس میں توریت کے متعدد نسخے تھے' یہودیوں نے درخواست کی کہ وہ انہیں عطا کر دیئے جائیں' رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ یہ تمام صحیفے ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔(۴۵۱) یہودی فاضل ڈاکٹر اسرائیل ونفسون اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اس واقعہ سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ان مذہبی صحیفوں کا رسول اللہ ﷺ کے دل میں کس درجہ احترام تھا' آپ کی اس رواداری اور فراخدلی کا یہودیوں پر بڑا اثر پڑا۔ وہ آپ ﷺ کے اس احسان کو کبھی نہیں بھول سکتے کہ آپ ﷺ نے ان کے مقدس صحیفوں کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کیا جن سے ان کی بے حرمتی لازم آتی ہو' اس کے مقابلہ میں ان کو یہ واقعہ بھی خوب یاد ہے کہ جب رومیوں نے یروشلم کو ۷۰ء قبل مسیح میں فتح کیا تو انہوں نے

ان مقدس صحیفوں کو آگ لگادی اور ان کو اپنے پاؤں سے روندا' اسی طرح متعصب نصرانیوں نے اندلس میں یہود پر مظالم کے دوران توریت کے صحیفے نذر آتش کیے یہ وہ عظیم فرق ہے جو دیگر فاتحین اور پیغمبر اسلام کے درمیان ہمیں نظر آتا ہے۔(۴۵۲)

بین التہذیبی و بین الثقافتی تقارب و ہم آہنگی کے لیے ایک اور صلح حدیبیہ کی ضرورت

آپ ﷺ نے نہ صرف مسلمانوں کے تحفظ کے لیے بلکہ عالمگیر اور ہمہ گیر امن واتحاد کے لیے ایسے معاہدات کیے جن میں ہر شخص کو رائے اور ضمیر کی مکمل آزادی کے ساتھ فیصلہ رکنے کا موقع دیا گیا ہے۔اس طرح شریعت مقدسہ کا یہ پہلو بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے اور پوری دنیا کے لیے رہ نما اصول کا کام دیتا ہے۔(۴۵۳)
عیسائیوں اور یہودیوں کے تعلق جو رویہ مسلمانوں کا رہا ہے اس کے متعلق تین واقعات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔آنحضرت ﷺ کا مدینے کے یہود سے معاہدہ کرنا۔نجران کے عیسائیوں کو آزادی کا منشور دینا اور فلسطین کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ کی جانب سے ایلیاء کے باشندوں کو آزادی کا منشور پیش کرنا۔اسی طرح آذربائیجان' جرجان اور مدائن کے شہریوں کو جو امان نامے حضرت عمرؓ نے دیئے وہ بھی ایسے ہی تھے ۔تاہم اس میں مذہبی قوانین کی حفاظت اور انکے مطابق زندگی بسر کرنے' تہذیب وثقافت کی آزادی اور ان کے مقدمات کیا فیصلہ کرنے کرنے کی آزادی بھی شامل تھی۔(۴۵۴)اعتدال پسند مسلمان کی رائے میں اس وقت صلح حدیبیہ کی طرح کے کسی معاہدے کی ضرورت ہے جس کا اہتمام رسول اللہ ﷺ نے مدینہ ہجرت کے چھ سال کے بعد مکہ کے جنوب میں حدیبیہ کے مقام پر کیا تھا۔مسلمان فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے جارہے تھے مگر مکہ کے سردار اس کی اجازت نہیں دے رہے تھے اس وقت دونوں فریق جنگ کے لیے تیار تھے۔مسلمانوں نے عہد کیا (بیعت رضوان) کہ وہ آخری آدمی تک لڑیں گے لیکن رسول اللہ ﷺ نے محسوس کیا کہ امن جنگ سے زیادہ اہم ہے۔ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کو امن کی ضرورت ہے۔انہیں رضوان کی طرح کی ایک بیعت اپنے آپ سے کرنے کی ضرورت ہے۔انہیں امہ کی فلاح کے لیے قربانی دینی ہوگی اور اپنے پرامن مقاصد کے بارے میں اپنے اثباتی اقدامات کے ذریعے مغرب کو یقین دہانیاں کرانی ہوں گی امن کو یقینی بنانا ہوگا اور خود کو ایک دوسرے کی فلاح و بہبود کے

لیے وقف کرنا ہوگا۔(۴۵۵)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ (مرحوم) نے میثاق مدینہ کے متن، اہمیت اور اثرات پر بہت عمدہ اور تحقیقی بحث کی ہے اس حوالے سے متعدد مغربی مصنفین کے مصادر اور مقالہ نگاروں کے حوالے بھی ذکر کیے ہیں۔(۴۵۶) میثاق مدینہ میں واضح اور دوٹوک الفاظ میں اس امر کی صراحت کی گئی کہ غیر مسلم یہودیوں کو ان کے دین کی پوری آزادی ہوگی چنانچہ ایک دفعہ کے الفاظ ہیں کہ "للمسلمین دینھم ولليھود دینھم" یعنی مسلمانوں کے لیے مسلمانوں کا دین وار یہودیوں کے لیے یہودیوں کا دین ہے۔یعنی مدینے میں جتنے بھی باشندے آباد تھے ان کو دینی، عدالتی، قانونی اور تہذیبی آزادی کا اطمینان دلایا گیا تھا۔(۴۵۷) میثاق مدینہ میں تمام ریاستی طبقات کے ساتھ برداشت، بقائے باہمی اور احترام و وقار کا سلوک روا رکھنے پر آپ ﷺ کی صلح جوئی، اعلیٰ ظرفی اور متعدل مزاج قیادت کا تصور ابھرا۔اس کی بدولت مدینہ میں ایک عادلانہ اور منصفانہ معاشرے کا قیام ممکن ہوا۔ معاہدے کی بدولت مذہبی آزادی، تہذیبی وثقافتی رواداری کا اصول وضع ہوا۔نیز جن بنیادوں پر غیر مسلموں سے اتحاد و تعاون ہوسکتا ہے ان کی نشاندہی ہوئی۔(۴۵۸) اس تاریخی معاہدہ کی بدولت بقول ولیم میور آپ ﷺ نے ایک عظیم مدبر اور سیاستدان کی طرح مختلف الخیال اور باہم منتشر لوگوں کو متحد اور یکجا کرنے کا کام بڑی مہارت سے انجام دیا، آپ ﷺ ایک ایسی ریاست اور معاشرے کے قیام میں کامیاب ہوئے جو بین الاقوامیت کے اصول پر مبنی تھا۔(۴۵۹) قرآن کریم میں ۲۵ سے زائد مقامات پر پوری شدت کے ساتھ معاہدات کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس پر بڑے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے۔(۴۶۰) آپ ﷺ کے معاہدات میں دو باتیں خاص نظر آتی ہیں پہلی یہ کہ معاہدات میں رواداری اور برداشت دوسرا یہ کہ معاہدہ برابری کی بنیاد پر یا جھک کر قبول کر لیتے۔آپ ﷺ کے معاہدات سے فاتح کی حیثیت نمایاں نہیں ہوتی بلکہ مصلح کی حیثیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔آپ ﷺ نے میثاق مدینہ کے نام سے جو معاہدہ کیا وہ یہودیوں کے ساتھ رواداری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

بین التہذیبی و بین الثقافتی تقارب و ہم آہنگی کے لیے غیر مسلموں سے تعلقات

جتنے بھی موحدانہ مذاہب نازل ہوئے اسلام میں آخری بڑا مذہب ہے۔مسلمان یہودیت اور عیسائیت کے جواز کے قائل ہیں۔مگر ان کا ایمان ہے کہ اللہ نے آخری الہامی کتاب قرآن کے ذریعے اپنے دین کی تکمیل کردی ہے۔بعض مستشرقین

تو ابھی اسلام کی حقانیت کے کے بارے میں شک کا اظہار کرتے ہیں۔دنیا کے دیگر مذاہب کے ماننے والے بالخصوص ہندوؤں اور بہائیوں کے ساتھ بھی اختلاف ہے۔مسلمان عیسائی اور یہودی سب ہی ہیں۔اسلام اور عیسائیت میں واحدنیت کا تصور مشترک ہے۔ہماری بہت سی اقدار بھی مشترک ہیں۔جن میں علم اور عدل وانصاف کا احترام ناداروں اور حاجت مندوں سے حسن سلوک خاندانی زندگی کی اہمیت اور والدین کا احترام بھی شامل ہے۔(۴۶۱)

بین التھذیبی و بین الثقافتی تقارب و ہم آھنگی اور غیر مسلموں سے بھتر تعلقات کے لیے اسلامی تعلیمات

غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات بارے میں اسلامی سوچ قرآن میں متعدد واضح ہدایات پر مبنی ہے۔ مثلاً اللہ نے مسلمانوں کو دوسروں سے رواداری کا حکم دیا ہے اور انہیں دوسرے مذاہب اور مظاہر عبادت کی توہین سے منع کیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

☆ ''اور (اے مسلمانو) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو کہیں ایسا نہ ہو یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بناء پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔(۴۶۲)

☆ ''اے نبی ﷺ ان سے کہو کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ وہی ہمارا رب بھی ہے اور تمھارا رب بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں' تمہارے اعمال تمہارے لیے اور ہم اللہ ہی کے لیے اپنی بندگی کو خالص کر چکے ہیں۔(۴۶۳) مولانا فضل کریم لکھتے ہیں کہ ''مسلمان یہ نہیں کہہ سکتے اور نہ اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ کرشن' بدھ' زرتشت' کنفیوشس اور دنیا کی دیگر عظیم مذہبی شخصیات پیغمبر تھیں یا نہیں تھیں۔یہی نہیں بلکہ دنیا کی دیگر تمام مذہبی شخصیات پر ایمان مسلمانوں کا حصہ ہے''۔(۴۶۴) اگر ضروری ہو تو معاہدوں کے ذریعے امن کا باضابطہ بنایا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

☆ ''اور اے نبی (ﷺ) اگر دشمن صلح وسلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے آمادہ ہو جاؤ اللہ ہی پر بھروسہ کرو یقیناً وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے''(۴۶۵)

بین التھذیبی و بین الثقافتی تقارب و ھم آھنگی کے لیے دیگر مذاھب کے پیروکاروں سے تعلقات کی بھتری

ارشاد ربانی ہے کہ ''اگر وہ صلح وسلامتی کی طرف جھکیں تو تم بھی اسی طرح ان کی طرف جھکو''(۴۶۶)

مختلف مذاہب کے درمیان رابطے قائم کرنے اور انہیں ایک دوسرے کے قریب لانے

کی فوری ضرورت ہے۔ وقت سب سے بڑا امر اہم ہے۔عیسائیوں نے بڑی حد تک یہودیوں کو معاف کر دیا ہے۔جن پر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کرنے کا الزام عائد کرتے رہے ہیں ۔ویٹیکن نے اسرائیل کے ساتھ معمول کے تعلقات قائم کر لیے ہیں۔امریکہ آج اسرائیل کا سب سے بڑا محافظ اور سرپرست ہے اور ان دونوں مذہبوں کے درمیان تعاون ہو رہا ہے۔صبر و تحمل' رواداری' روشن خیالی اور کوشش کے ذریعے اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان بھی تعاون میں اضافہ ممکن ہے۔پوپ جان پال دوئم مسلمانوں کے ساتھ بہتر تعلقات پر برابر زور دیتے رہے ہیں۔

پوپ جان پال دوئم کے مطابق ''کونسل نے چرچ سے یہ بھی کہا ہے کہ وہ ''نبی ﷺ کے پیروکاروں سے مذاکرات کرے اور چرچ نے اس سلسلے میں کام شروع کر دیا ہے۔ہم فرمان Nostra Aetate میں پڑھتے ہیں کہ ''ا ر صدیوں کے عرصے میں عیسائیوں اور مسلمانوں میں اختلاف رائے اور کچھ جھگڑے رہے اپنے بھی تب بھی یہ مقدس کونسل تمام لوگوں پر زور دیتی ہے کہ وہ ماضی کو بھول جائیں اور پوری انسانیت کی فلاح کے لیے سماجی انصاف' اخلاقی بہتری' امن اور آزادی کے لیے کام کریں۔(۴۶۷) بوسنیا اور شیشان کے واقعات سے مغرب میں بھی بہت سے لوگوں کو یہ احساس ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ناانصافیاں ہو رہی ہیں۔امریکی انتظامیہ یہ ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ کوئی مذہبی عداوت نہیں۔مفاہمت کے عمل کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔(۴۶۸)

بین التہذیبی و بین الثقافتی تقارب و ہم آہنگی کے لیے مسلم ممالک میں غیر مسلموں کو تحفظ کی تعلیم

قرآن کریم نے ''لکم دینکم ولی دین'' (۴۶۹) کا نظریہ عطا کر کے اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کی یقینی اور ممکن ضمانت فراہم کی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''خبردار جس کسی نے کسی معاہد (غیر مسلم راقلیتی فرد) پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا' یا اس کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی یا اس سے کوئی چیز اس کی خوشی کے بغیر لی تو میں روز قیامت اس کی طرف سے (مسلمانوں کے خلاف) جھگڑوں گا'' (۴۷۰)

مسلم ممالک میں غیر مسلم اقلیتوں کے جان و مال کا تحفظ مسلم رہنماؤں کا مذہبی فریضہ

ہے۔ بھارت میں مسلمانوں کے حقوق پامال کیے جارہے ہیں۔ اسلام نے جو احکام صادر کیے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہیکہ جو غیر مسلم دین کے معاملہ میں مسلمانوں سے مقاتلہ نہ کریں اور ان پر زیادتی نہ کریں تو خواہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دارالسلام میں مقیم ہوں یا اپنے علاقے میں بودو باش رکھتے ہوں وہ امن و صلح کے ماتحت آتے ہیں۔ (۴۷۱) جن چیزوں کا کاروبار نیز معاملات مسلمانوں کے لیے حرام ہیں وہ ذمیوں کے لیے حرام نہیں ہے مثلاً شراب اور سود ذمیوں کے لیے جائز ہے۔ تاہم بلاد مسلم میں وہ کھلے بندوں اس کی تجارت نہیں کر سکتے۔ (۴۷۲)

میراث میں ذمی اور مسلمان حرمان میں برابر ہیں۔ ذمی اپنے کسی مرحوم مسلمان عزیز کا وارث نہیں ہوسکتا اسی طرح مسلمان اپنے کسی آنجہانی عزیز کا وارث نہیں ہوسکتا۔ اسلام نے ذمیوں کا کھانا مسلمانوں کے لیے اس لیے جائز ٹھہرایا ہے کہ ان کا ذبیحہ بھی مسلمانوں کے لیے جائز ہے۔ فرمان الٰہی ہے کہ ''اہل کتاب کا کھانا ہمارے لیے اور تمہارا کھانا اہل کتاب کے لیے جائز ہے'' (۴۷۳)

اسلام کسی اسلامی مملکت کو کسی غیر مسلم حکومت سے تجارتی تعلقات کے قائم کرنے سے منع نہیں کرتا۔ اسلام مسلمانوں کو تاکید کرتا ہے کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ حسن معاشرت سے پیش آئیں۔ ان کے ساتھ برابری کا برتاؤ کریں ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کریں۔ (۴۷۴)

بین التہذیبی و بین الثقافتی تقارب و ہم آہنگی کے لیے مذہبی آزادی

اسلام نے دوسرے مذاہب و ادیان کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا اس کے متعلق قرآن میں واضح احکام موجود ہیں جب قرآن نے کہا کہ لا اکراہ فی الدین (۴۷۵) ترجمہ ''دین میں کوئی زبردستی نہیں'' تو گویا اس نے غیر مبہم الفاظ میں تمام دوسرے ادیان کا پوری آزادی کے ساتھ زندہ رہنے کا بنیادی حق تسلیم کرلیا۔ اس میں دین کا لفظ اپنے وسیع ترین مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ جس میں عقائد و اعمال سبھی داخل ہیں۔ (۴۷۶) ایک اسلامی ریاست میں کسی بیوہ کو اپنے خاوند کی چتا پر چلنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی خواہ کسی ملت کے نزدیک یہ عمل کتنا ہی پسندیدہ کیوں نہ ہو۔ اسی طرح ہر حالت میں بلا تفریق وملت ' ربا' جوا اور زنا مکمل طور پر حرام ہوں گے۔ اس قسم کی حدود اور پابندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختلف ملتوں اور قوموں کو اپنے

عقائد و اعمال کے مطابق زندگی بسر کرنے کی مکمل آزادی ہوگی۔

اسلام دوسرے مذاہب کو نہ صرف مکمل آزادی دیتا ہے بلکہ اجتماعی و سیاسی حدود میں ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اسلام انسانیت کی رواداری کی بنیاد پر متحد کرنے کے لیے قوی ترین عامل ہے۔ اسلام خلاف عقل عداوتوں کو ختم کرنا چاہتا ہے اور عالمگیر خیر سگالی اور باہمی محبت کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ اسلام غیر مسلم اقوام کے ساتھ رواداری کے درجہ سے آگے بڑھ کر ''ذمہ داری'' کا فریضہ عائد کرتی ہے۔(۴۷۷)

اسلام میں ہر فرد کو اپنے حقوق سے فائدہ اٹھانے کی اس حد تک آزادی ہے کہ وہ شریعت کے مقررہ کردہ حدود میں رہے اور دوسرے کے حقوق پر دست درازی نہ کرے۔ خدا کا حکم اس کے ضمیر کے لیے معاشرہ سے بلند تر نگران کی حیثیت رکھتا ہے۔(۴۷۸)

بین التھذیبی و بین الثقافتی تقارب و ہم آہنگی کے لیے عبادت گاہوں کا احترام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے نہ ہٹاتا رہتا تو راہبوں کے صومعے اور عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ کا بہت ساذکر کیا جاتا ہے گرائی جا چکی ہوتیں۔(۴۷۹)

انصاف کے معاملے میں دوست، دشمن، مسلم و غیر مسلم کی کوئی تمیز نہیں۔ اخلاقی یا قانونی حدود میں معیار ایک اور یکساں ہونا چاہیے اور اس میں کسی قسم کی دوئی قابل برداشت نہیں سمجھی گئی۔ ہر قسم کے جارحانہ اقدام کو ممنوع قرار دیا گیا۔ قرآن میں بے شمار آیات ہیں جن میں یہ چیز دہرائی گئی ہے کہ خدا حدود اللہ سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اسلام کا بنیادی نظریہ حیات تمام دیگر ادیان میں صرف آزادی دینا ہی نہیں بلکہ سیاسی نظام اور معاشرتی ماحول میں ان کی مکمل حفاظت کا انتظام بھی ہے۔ فلسطین کی فتح کے وقت عین نماز کے موقع پر اگر چہ بطریق نے آپ کو گرجا میں نماز ادا کرنے کی اجازت دی لیکن آپ نے مستقبل میں گرجے کو مسجد میں جواز بنانے کے پیش نظر نماز ادا نہ کی۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں ایک عیسائی وفد کے اراکین کو اپنی مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت دی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ہماری عبادت میں موسیقی کا استعمال ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ آپ کے خیال میں مسجد میں یہ چیز مناسب نہ ہو لیکن اس کے باوجود آپ

نے ان کو اپنے طور پر نماز ادا کرنے کی اجازت دی۔ کیا کوئی ایسا روادار و فراخ دل پیغمبر دوسرے مذاہب وعقائد کے خلاف کسی قسم کی سختی اور تنگ نظر رکھ سکتا تھا۔ (۴۸۰) راجہ داہر کے زمانے میں محمد بن قاسم نے جب فتح حاصل کی، اس وقت محمد بن قاسم نے ہندوؤں کی مذہبی عبادت گاہوں کے سلسلہ میں اعلان کر دیا کہ ''نہ ان کے مندروں اور عبادت خانوں میں کسی قسم کی مداخلت کی جائے گی'' (۴۸۱) مؤرخین نے لکھا ہے کہ ''محمد بن قاسم اور اس کے عہد کے مسلمان گورنروں نے ملک سندھ میں ہندوؤں کے مندروں کے لیے بڑی بڑی جاگیریں وقف کیں'' (۴۸۲)۔ مشہور سیاح کپتان ہملٹن اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے کہ ''ہندوستان کی مسلم حکومت کے پارسی بھی اپنے رسوم مذہب زرتشت کے بموجب ادا کرتے ہیں۔'' (۴۸۳) شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر حاکم بنارس ابو الحسن کے نام اپنے خط مورخہ ۲۵ جمادی الاول ۱۰۶۵ھ میں تحریر فرمایا ''ہماری پاک شریعت اور سچے مذہب کی رو سے یہ ناجائز ہے کہ غیر مذہب کے قدیم مندروں کو گرایا جائے۔ اطلاعات یہ موصول ہوئی ہیں کہ ہندوؤں کے مذہبی معاملات میں دخل دیتے ہیں۔ لہذا یہ حکم دیا جاتا ہے کہ آئندہ کوئی شخص ہندوؤں اور برہمنوں کو کسی وجہ سے بھی تنگ نہ کرے'' (۴۸۴)

بین التہذیبی و بین الثقافتی تقارب و ہم آہنگی کے لیے مذہبی آزادی

خاتم النبیین، سید المرسلین، رحمت للعالمین ﷺ نبی رحمت ہیں۔ آپ ﷺ کی پوری حیات مقدسہ اور سیرت طیب عفو و درگزر، رحمت و رافت اور مثالی مذہبی رواداری سے عبارت ہے۔ انسانیت کے محسن اعظم، ہادی عالم، رحمت مجسم، حضرت محمد ﷺ نے غیر مسلم اقوام اور اقلیتوں کے لیے مراعات، آزادی اور مذہبی رواداری پر مبنی ہدایات اور عملی اقدامات تاریخ انسانی کے اس تاریک دور میں روا فرمائے کہ جب لوگ مذہبی آزادی و رواداری سے ناآشنا تھے اور مذہبی آزادی و رواداری کے مفہوم و تصور سے انسانی ذہن خالی تھا۔ (۴۸۵)

اسلامی حکومت میں اسلام ہر مذہب و فرقہ سے تعلق رکھنے والوں کی ضمیر اور عبادت کی آزادی کا ضامن ہے۔ سورہ البقرہ میں جبر یا سختی نہ کرنے کا وہی رواداری کا اصول بیان کر رہی ہے جو اسلام اپنے ماننے والوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ (۴۸۶) رواداری وہ نظریہ تھا جس کے باعث مسلمان ملکوں میں اسلامی سیاسی استیلاء کے باوجود غیر مسلم ملتیں اپنی انفرادی زندگی اور تمدن

وتہذیب کو برقرار رکھ سکیں۔ عیسائی کلیسا سے ناقوس کی آواز متصلہ مسجد کی اذان کے ساتھ بلند ہوتی تھی۔ ہسپانیہ میں تقریباً آٹھ صدی تک مسلمانوں کی حکومت رہی لیکن انہوں نے کبھی دباؤ یا جبر سے غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کی کوشش نہ کی۔ ان کی اس حکمت عملی ہی کا نتیجہ تھا کہ جب مسلمانوں کی فوجی طاقت کمزور ہوئی تو غیر مسلم اکثریت نے ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور ان کی عطا کردہ ثقافتی اور مذہبی آزادی کا بالکل پاس نہ کیا۔ وہ تمدن وتہذیب جو مسلمانوں نے وہاں پیدا کیا اور جس کی ضیاپاشیوں سے تمام یورپ بعد میں منور ہوا۔ (۴۸۷)

برعظیم پاک و ہند میں یہی صورت حال تھی کسی سیاسی یا تبلیغی کوشش کے بغیر ہندو عوام برہمنوں کی ذات پات کی تقسیم میں شدید عملی معذرات سے تنگ آکر مسلمان ہوتے رہے اور یہ عمل اس وقت بھی جاری رہا جب مسلمانوں کا سیاسی غلبہ ختم ہوگیا۔ حتیٰ کہ پنجاب میں سکھوں کے تاریک ترین دور حکومت میں بھی جب شاہی مسجد رنجیت سنگھ کے اصطبل میں تبدیل کی جا چکی تھی، اسلام کی فتوحات بدستور جاری رہیں اسی طرح جس طرح آج افریقہ میں عیسائیت مشنری تنظیم اور کثیر دولت کے علی الرغم مسلمانوں کی تعداد بڑھتی چلی جارہی ہے اس کا باعث صرف اسلام کی سادہ تعلیم، غیر عقلی عقائد کا فقدان اور انسانی مساوات کے تصورات ہیں۔ انڈونیشیا میں بھی اسلام اس وقت پھیلا جب وہاں ہالینڈ کے عیسائی حکمران اپنے عقائد کی تبلیغ کے لیے سیاسی قوت اور سرمایہ صرف کرنے میں دریغ نہیں کررہے تھے۔ (۴۸۸)

یہودی جو قبل مسیح اور بعد میں خود عیسائی سلطنتوں اور علاقوں میں ہمیشہ ظلم وستم کا تختہ مشق بنے رہے ان کو اسلام کے بعد چین وآرام کی زندگی میسر آسکی۔ کسی شہر میں یہودی باڑہ نہ تھا۔ مغربی عیسائی سلطنتیں ان پر ظلم کرتیں تو وہ پناہ لینے اسلامی ملکوں میں جا پہنچتے جہاں ان کے لیے دوسرے باشندوں کی طرح ترقی کے تمام مواقع کھلے تھے۔ کسی اسلامی ملک میں یہودیوں کے خلاف نہ کبھی جذبہ عناد پیدا ہوا اور نہ ان پر حملے ہوئے۔ لیکن بدقسمتی سے جدید دور میں ان مراعات اور رواداری کے بدلے میں جو سلوک بین الاقوامی جارحانہ صہیونیت نے کیا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ (۴۸۹) اسلام میں چھوت چھات کے لیے کوئی جگہ نہیں بلکہ اس کے قانون میں عیسائی، یہودی، سکھ، پارسی، ہندو اور دوسرے سارے انسانوں کا جھوٹا پاک ہے۔ (۴۹۰)

بین التھذیبی و بین الثقافتی تقارب و ہم آہنگی اور مکتوبات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ رسول اللہ حدیبیہ سے تشریف لائے تو بادشاہوں کو خطوط لکھے اور چھ افراد کو ایک ہی دن میں مختلف بادشاہوں کی طرف روانہ کیا ہے۔ یہ واقعہ ۷ھ کا ہے۔(۴۹۱) مکتوبات نبوی ﷺ میں جن لوگوں سے خطاب کیا گیا ہے وہ چار مشہور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے تھے۔ مشرکین عرب، عیسائی، یہودی اور زرتشی۔ ہرقل اور مقوقس کے نام جو خطوط لکھے گئے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مکتب گرامی اہل سندھ کو جانب بھی ارسال فرمایا تھا جو نتیجہ خیز ثابت ہوا اور سندھ کے کچھ لوگ مشرف باسلام ہوکر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ ان خطوط میں اپنے اسم گرامی کے ساتھ عبداللہ (اللہ کا بندہ) خصوصیت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اس میں مکتوب الیہم کے عقیدے کی نہایت لطیف پیرائے میں تردید کی گئی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کا رسول، اللہ کی مخلوق ہے نہ کہ ''اللہ کا بیٹا'' جیسا کہ عیسائیوں میں مسیح علیہ السلام کے متعلق عقیدہ پایا جاتا ہے۔ شہنشاہ فارس خسرو پرویز وغرہ کے نام خط میں اللہ کی توحید پر خاص زور دیا گیا کیونکہ فارس کے زرتشیوں کے یہاں یزدان واہرمن یعنی خیر وشر کے دو خداؤں کا عقیدہ موجود تھا۔ اس لیے انہیں یہ بتانے کی ضرورت تھی کہ اللہ ایک ہے اور صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ بت پرست مشرکین عرب کے خطوط میں بھی اللہ کی توحید پر خاص زور دیا گیا ہے۔ یہود کے نام نامہ مبارک میں تورات کے حوالے سے اپنی نبوت پر استدلال کیا گیا۔ تاہم تمام مکتوبات نبوی ﷺ میں جو چیز قدر مشترک ہے وہ توحید ربانی اسلام کی دعوت اور دینی احکام ومسائل ہیں۔(۴۹۲)

بین التھذیبی و بین الثقافتی تقارب و ہم آہنگی کے لیے عالمی بھائی چارہ اور مساوات

ارشاد ربانی ہے کہ ☆ اے لوگو! ہم نے تم کو مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں ہم نے قومیں اور برادریاں بنادیا تاکہ تمہاری ایک پہچان بن جائے۔ بے اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ مکرم ومحترم وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ (۴۹۳)　☆ تمام انسان ایک کنبہ اور برادری تھے۔(۴۹۴)

آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ☆ ''کونوا عباداللہ اخوانا (۴۹۵) یعنی اے اللہ کے بندو

آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ ☆الخلق عیال اللہ (۴۹۶) یعنی ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔

جدید تہذیب کی بدولت جو نئے الفاظ ہم تک پہنچے ہیں ان میں حریت، مساوات، اخوت، روشن خیالی وغیرہ جیسے الفاظ اپنے اندر خاص جذب اور کشش رکھتے ہیں۔ عالمی اتحاد، یگانگت، ہم آہنگی، عالمی بھائی چارہ اور مساوات آج دنیا کی سیاسی اور اقتصادی کش مکش کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ (۴۹۷)

مختلف تہذیب و ثقافت میں مذہبی مساوات کا نقطہ نظر

دنیا کے قدیم مذاہب میں جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں ہندویت اور عیسائیت خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ہندوؤں میں مساوات سرے ہی سے مفقود ہے۔ ذاتوں اور ورنوں کی تقسیم دائمی غلامی کا پیش خیمہ اور انسانیت کے لیے ظلم اکبر ہے۔ کیونکہ اس تقسیم کی وجہ سے برہمن کا درجہ اتنا بلند اور ارفع ہے کہ شودر اور اچھوت کی چیخ و پکار بھی اس کے کانوں تک نہیں پہنچ سکی۔ برہمن شکم مادر سے پوتر (پاک) پیدا ہوتا ہے۔ وہ گناہوں سے منزہ اور آلائشوں سے پاک سمجھا جاتا ہے ۔شودر پر مندوروں کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ انسانیت کے ابتدائی حقوق سے وہ محروم ہیں۔ ان کا سایہ اونچی ذات کے آدمیوں کو ناپاک کرسکتا ہے۔ ان کے کنوئیں اور بستیاں الگ بنائی جاتی ہیں۔ (۴۹۸) عیسائیت جس کا ماخذ انجیل مقدس ہے خود مساوات کے حاصل کرنے میں ناکام رہی ہے۔ بائبل میں تو یہ تک پایا جاتا ہے کہ اپنے پڑوسیوں سے اپنے جیسا سلوک کرو مگر آج ہر عیسائی اس تعلیم کے خلاف عمل کررہا ہے۔ عیسائیت کی تاریخ جنگ وجدل کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ ایک مدت سے عیسائیوں کے مختلف فرقے مذہب کا نام لے لے کر ایک دوسرے کا گلہ کاٹتے رہے۔ قرون وسطیٰ کی مذہبی عدالتوں نے مذہب کے نام پر ہزار ہا انسانوں کا خون بہایا ۔ پروٹسٹنٹ فرقہ نے ایک مدت تک رومن کیتھولک کو ظلم وتشدد سے دبائے رکھا۔ (۴۹۹)

اسلام میں عالمی اتحاد، مساوات اور عالمی اخوت کا عالمگیر تصور

اسلام آفاقیت اور عالمگیریت قائم کرتا ہے۔ وہ نسلی امتیاز مٹا کر کالے اور گورے، حبشی و رومی، یورپی وغیر یورپی کو ایک اسٹیج پر کھڑا کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ ☆ لوگو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر اس

سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔(۵۰۰)

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے
(۵۰۱)

اسلام عمل کا مذہب ہے۔اس کی تعلیم عمل پر مبنی ہے۔جب آپ ﷺ نے تمام انسانوں کو مساوات کا درس دیا تو قریش نسبی تفاخر میں ڈوبے ہوئے تھے۔یہاں تک جنگ بدر میں مدینہ منورہ کے دو مسلمان ان کے مقابلے میں نکلے تو انہوں نے پکار کر کہا کہ "اے محمد! قریش کی تلوار غیر قریشی کی گردن پر نہیں چل سکتی' تو ہمارے مقابلہ مین مدینہ کے آدمی بھیج کر ہماری تلواروں کی توہین وتذلیل کر رہا ہے۔"(۵۰۲) آپ ﷺ نے فرمایا کہ "کتابیہ بیویوں کو ان کے مذہب تبدیل کرنے پر جبر نہ کرو اور ان کی عبادت میں حرج نہ پیدا کرو۔"(۵۰۳) مذاہب اسلام اور مسیحیت' مسلمانوں اور مسیحیوں کو عام طور پر سب کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے کی تعلیم دیتے ہیں' مسلم اور مسیحی بہت سی بنیادی باتوں میں ہم عقیدہ ہیں۔اس لیے اس دنیا میں اتحاد کے جتنے قریب وہ ہو سکتے ہیں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔(۵۰۴) آپ ﷺ کا طریقہ تھا کہ جب کبھی آپ سے عیسائیوں کو ملنے کا اتفاق ہوتا تھا آپ ﷺ ان سے اجنبیانہ طور پر نہیں بلکہ دوستانہ اور برادرانہ طریقے سے ملتے تھے اور ان کی انتہائی عزت کرتے تھے۔(۵۰۵)

ایک موقع پر جب آپ کے پاس نجران سے عیسائیوں کا ایک وفد آیا تو آپ نے نے خاص اپنی مسجد میں انہیں ٹھہرایا اور انہیں وہیں عبادت کر لینے کی بھی اجازت دی۔(۵۰۶) اسلام نے تمام امت مسلمہ کو جسد واحد اور ایک برادری قرار دیا ہے۔اخوت و اجتماعیت کا یہ رنگ اسلامی عبادات کا مظہر ہے۔حج کا عظیم الشان اجتماع ملت اسلامیہ کی شان و شوکت کا آئینہ دار ہوتا ہے جب دنیا کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے مسلمان رنگ و نسل' قوم و وطن کے امتیازات سے بلند و بالا ہو کر مساوات اور عالمی اتحاد کا عملی مظاہرہ کرتا نظر آتا ہے۔(۵۰۷) بدھ مت مساوات کا درس دیتا ہے اور اس کی اکثر تعلیمات انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے مشابہ ہیں اس لیے اکثر لوگ مہاتما بدھ کو نبی یا اوتار مانتے تھے۔(۵۰۸)

بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا نہ تورانی رہے باقی' نہ ایرانی' نہ افغانی(۵۰۹)

بین التہذیبی و بین الثقافتی تقارب و ہم آہنگی کے لیے فرقہ واریت ' ذات پات کی تقسیم اور تفرقہ کی ممانعت

فرقہ بندی کی تردید میں قرآن کریم میں اکیس مقامات پر مختلف سیاق میں تذکرہ موجود ہے۔(۵۱۰)فرقہ بندی کے خلاف قرآن کا اعلان ہے کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولاتفرقو ۔(۵۱۱)مسلمانوں میں تفرقہ اسی وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ دیں پھر عداوت، خودغرضی، حسد، کینہ اور بغض جیسی برائیاں جنم لیکر مسلمانوں کوایک دوسرے کے خلاف کردیتی ہے۔(۵۱۲) آواگون یا تناسخ الارواح کے نظریہ نے ہندومعاشرہ میں ذات پات کی بندشوں کولازمی قرار دیا ہے اور مذہبی ضروریات کی بناء پر یہ تقسیم ناگزیر سمجھی گئی ہے۔جس کے نتیجے میں پوری ہندوقوم مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہوگئی ہے۔(۵۱۳)شریعت اسلام کے متعدل قانون نے کفار وغیر مسلم کے ساتھ نہ تو ایسا چھوت چھات کا برتاؤ روا رکھا جیسا ہندوؤں میں ہے۔شریعت نے غیر مسلموں کے ساتھ خرید وفروخت اور معاملات کواصل سے جائز رکھا ہے ۔(۵۱۴)فرقہ واریت کے حوالے سے آپ ﷺ کے فرمان ☆ '' علیکم بالجماعۃ وایاکم الفرقۃ(۵۱۵)ترجمہ تم پر جماعت کی پیروی لازمی ہے اور تفرقہ سے بچتے رہنا۔ ☆اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بہ احدھما(۵۱۶)ترجمہ''جوشخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو کافر کہے تو یہ قول دونوں میں سے کسی ایک پرضرور پڑے گا'' ☆ومن لعن مومنا فھو کقتلہ ومن قذف مومنا بالکفر فھو کقفلتہ(۵۱۷) ترجمہ''جس نے کسی مومن پر لعنت کی سواس نے گویا اسے قتل کیا اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی اس نے گویا اسے قتل کردیا۔

بین الاقوامی عصبیتوں کوتو چھوڑیئے اگر طلوع اسلام کے وقت کی عربی عصبیتوں کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ کس طرح عدنانی اور قحطانی قبائل کا باہمی تعصب شدید تھا۔پھر عدنانیوں میں مضراور ربیعہ کی کشمکش تھی۔پھر قریش اور غیر قریش کا فرق تھا۔پھر قریش کے اندر بنو ہاشم اور بنو امیہ کی رقابتیں تھیں۔اس کے علاوہ شہری اور بدوی کا جھگڑا الگ تھا۔آج جو نفرت فلسطینیوں اور یہودیوں کے درمیان ہے یا ہندوؤں اور کشمیریوں کے درمیان ہے وہ اس نفرت کا مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جو قبل از اسلام عرب قبائل کے مابین تھی۔ان حالات میں اسلام کا آغاز ہوا۔رسول اللہ

ﷺ کی تعلیمات تنگ نظریوں اور عصبیتوں کے خلاف ایک دوسری بلندی پر تھی۔ ان کے مطابق عرب وعجم، عدنان وقحطان وغیرہ سب کا ایک ہی خدا ہے۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور گورے کالے ہونے یا زبانوں اور وطنوں کا فرق رکھنے سے فطری مساوات میں کوئی فرق نہیں۔ اگر کوئی برتری ہے تو وہ صرف ہر ایک کے ذاتی اعمال واخلاق کے باعث ہے۔ (۵۱۸) آپ ﷺ نے فرمایا طاقتور وہ نہیں جو کسی دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ اصل طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت خود پر قابو رکھے۔ (۵۱۹) ''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تین باتوں سے خدا خوش ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کی رسی کو اتفاق سے پکڑو اور فرقوں میں نہ بٹو'' (۵۲۰)

رسول اللہ ﷺ نے عصبیتوں کے خاتمہ کے لیے عربوں کے تقریباً تمام اہم قبائل میں شادیاں کیں۔ اسوۂ رسول ﷺ کا اثر یہ ہوا کہ آقا وغلام، قریشی وغیر قریشی، عربی وعجمی، حبشی ورومی و ایرانی ایک ہی صف میں شانہ بشانہ رہتے تھے اور قدیم جاہلی اختلافات کا ذرا سا بھی لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ دنیا میں ایک طرف انسان نے بھائی چارے کو اتنا بھلا دیا تھا کہ دوسرے بھائی کو چھونا تو درکنار اس کا سایہ بھی اپنے سائے پر پڑنے دینا گوارا نہ کرسکتا تھا۔ علم وعرفان کے متعلق اتنی خود غرضی تھی کہ کوئی اجنبی چھونا تو درکنار محض سن بھی لیتا تو سزا میں پگھلتا ہوا سیسہ اس کے کانوں میں ڈال کر اسے ہلاک کردیا جاتا تھا۔ انسان کے اصولی وفطری مساوات پر پرہیزگاری کے اکتسابی فضیلت وبرتری کے نئے نظریے نے وہ تمام مصنوعی اور انسان ساز بت ملیامیٹ کردیئے جواب بھی غیر اسلامی سماجوں میں موجود اور انسانوں میں نہ ختم ہونے والی تلخی اور فساد انگیزی پیدا کررہے ہیں۔ (۵۲۱) آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ جس اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا دنیا اس کی مثال کرنے سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمتہ للعالمین (۵۲۲) بنا کر بھیجا ہے۔ اسلام نے مکمل آزادی دی ہے جو چاہے اسلام قبول کرے جو چاہے کفر اختیار کرے (۵۲۳) آپ ﷺ نے امت مسلمہ کو بھی رواداری اختیار کرنے کا حکم دیا ہے

شجر ہے فرقہ آرائی، تعصب ہے ثمر اس کا
یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو
(۵۲۴)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا شباب المسلم فسوق وقتالہ کفر (۵۲۵) پس رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں مختلف گروہوں کا ایک دوسرے کو گالی دینا اور پھر مسلمانوں کا آپس میں قتل کفر قرار دیا گیا۔

فرقے ہیں کہیں، کہیں ذاتیں ہیں کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں (۵۲۶)

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا مزید ارشاد ہے کہ ☆''جن لوگوں نے اپنے دین میں رستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہوگئے ان سے تم کو کچھ کام نہیں ان کا کام اللہ کے حوالے پھر جو جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں وہ ان کو بتائے گا'' (۵۲۷)

☆''مومن تو آپس آپس میں بھائی بھائی ہیں۔لہذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات درست کرو۔اور اللہ سے ڈرو، امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔ (۵۲۸) ☆''اور لوگ جو ہیں سو ایک ہی امت ہیں پیچھے جدا جدا ہوگئے'' (۵۲۹) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ☆''انسان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں'' (۵۳۰) ☆تم اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ (۵۳۱) ☆اے ہمارے اور ہر چیز کے پروردگار میں گواہی دیتا ہوں کہ بندے سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ (۵۳۲) ☆ساری مخلوق اللہ کی عیال ہے۔ (۵۳۳)

بین التہذیبی و بین الثقافتی تقارب و ہم آہنگی کے لیے مذہبی رواداری

اسلام کے ایک عالمگیر دین ہے اس لیے اس کے پیش نظر صرف اور صرف بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود ہے۔ یہ وحدت پر یقین رکھتا ہے اور قبائل اقوام کو محض پہچان کے طور پر تسلیم کرتا ہے۔ اسلامی ثقافت زبان، ادب، آرٹ اور فن تعمیر، نام اور نام رکھنے کے اصولوں، رواجات، روایات، عادات، میلانات کے امتیاز کو تسلیم کرتا ہے اس کے ساتھ ساتھ اسلامی معاشرہ رواداری پر یقین رکھتا ہے۔ (۵۳۴)

غزوہ خیبر میں دوسرے مال غنیمت کے ساتھ تورات کے چند نسخے بھی مسلمانوں کے ہاتھ میں آئے تھے۔ جب یہودیوں نے آپ ﷺ سے ان کو مانگا تو آپ ﷺ نے دلوا دیا۔ آپ کے اس طرز عمل کا یہودیوں پر بڑا اثر پڑا اور ان کے دل میں آپ ﷺ کی بڑی وقعت پیدا

ہوگئی اور اس احسان کو انہوں نے ہمیشہ یاد رکھا۔ جبکہ 70ھ میں یہودی یروشلم پر قابض ہوئے تھے تو کتب مقدسہ کو پیروں سے روندا تھا اور آگ میں جلا دیا تھا۔ جب متعصب عیسائیوں نے اندلس میں یہودیوں کو تباہ کرنے کے لیے خون ریز لڑائیاں کیں تو تورات کے نسخوں کو بھی جلا دیا۔ اسلامی تہذیب اور مغربی تہذیب میں کتنا عظیم الشان فرق ہے (۵۳۵) ایک مستشرق عالم گاسٹن ویاٹ نے لکھا ہے کہ 563ھ میں خلیفہ نے نصاریٰ اور مسلمانوں میں مساوات برتنے کے لیے ایک فرمان جاری کیا تھا یہ رواداری کا وہ نمونہ تھا جس پر یورپ صدیوں کے بعد عمل کر سکا۔ (۵۳۶) مسلمانوں کی فتوحات کے زمانہ میں اور اس کے بعد ان کی حکومت کے تعمیری دور میں جب عیسائی اور مجوسی عربوں کی رواداری کو دیکھتے تھے تو ان پر ان کا اعتماد اور بڑھ جاتا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ عرب یہود و نصاریٰ کی پوری حفاظت کرتے ہیں۔ ان کے معابدوں کا لحاظ رکھتے ہیں ان کے گرجوں اور کنیسوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ایک طرف عبدالملک نے 104ھ میں مصر میں بتو اور مجسموں کے توڑنے کا حکم دیا تو دوسری طرف موسیٰ بن عیسیٰ نے ہارون رشید کی جانب سے مصر کا والی تھا ان کنیسوں کو دوبارہ تعمیر کرنے کی اجازت دی جن کو علی بن سلیمان نے توڑ دیا تھا۔ مصر کے سارے کنیسے اسلام اور صحابہ و تابعین کے زمانہ میں تعمیر ہوئے۔ (۵۳۷) عرب فرماں راؤں نے اپنے انتہائی عروج و اقتدار کے زمانہ میں بھی رومانی کلیسا کو اسلامی ملکوں میں تبلیغ و اشاعت کے لیے مبلغین بھیجنے کی اجازت دی تھی۔ باوجودیکہ یہ کلیسا اسلامی حکومتوں کے مقابلہ میں ان حکومتوں کا زیادہ لحاظ کرتا تھا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں میں باہم اتنا اتحاد پیدا ہوگیا تھا کہ عیسائی اپنے جماعتی اختلافات کا فیصلہ بھی اسلامی عدالتوں سے کراتے تھے۔ (۵۳۸) اندلس میں عربوں کے ابتدائی دور میں جب کسی فوجی مسلمان اور عیسائی میں کوئی تنازعہ ہوتا تھا تو عموماً عیسائی کے حق میں فیصلہ ہوتا تھا۔ (۵۳۹) ہندوستان میں پورے اسلامی دور حکومت میں ہمیشہ مذہبی اور سماجی رواداری کی مستقل روایت رہی ہے۔ بت شکن محمود غزنوی نے خود اپنے دارالسلطنت میں اپنی ہندو رعایا کو الگ محلوں میں بتوں کی پوجا کی اجازت دے رکھی تھی۔ (۵۴۰) بہلول لودھی نے ایک مسلمان درویش کے مشورے سے کورکھیت کے ایک تالاب کو استعمال کرنے کی مسلمانوں کی درخواست نامنظور کر دی جسے پہلے سے ہی ہندو استعمال کرتے آئے تھے۔ (۵۴۱) شیر شاہ سوری

نے جو شاہراہیں تعمیر کرائی تھیں ان پر ہندوؤں کے مذہبی جذبات کو مطمئن کرنے کی غرض سے ان کے لیے علیحدہ سرائیں اور کنویں بنوائے۔ ان سراؤں میں سلطنت کے خرچ پر ہندوؤں کو پانی اور بھوجن مہیا کرنے کے لیے برہمن ملازم رکھے۔ (۵۴۲) پیٹر وڈیلا ویلے کے بقول ”عہد جہانگیری میں ہندو اور مسلمان نہایت اطمینان سے ساتھ ساتھ رہتے تھے اور دونوں کو فوجی وار غیر فوجی ملازمتوں میں برابر کے مواقع حاصل تھے۔ (۵۴۳) مسلمانوں نے ہندوستان کے بت پرستوں اور ایران کے آتش پرستوں کے ساتھ بھی کسی قسم کی زیادتی نہیں کی جب انہوں نے ہندوستان کے مقدس شہر بنارس کو جس کی آبادی کا بڑا حصہ برہنوں پر مشتمل تھا، فتح کیا تو ان کے ساتھ بہت بہتر سلوک کیا اور ان کے مذہبی شعائر کا پورا لحاظ رکھا۔ مسلمانوں کی اس حسن سیاست کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کی حکومت اسپین و پرتگال کے دریائے تاجہ سے لیکر گنگا تک پھیلی ہوئی تھی۔ حاکم اور محکوم، مختلف مذہبوں اور اقلیت و اکثریت کے درمیان پورا اتحاد و اتفاق تھا۔ (۵۴۴)

حاصل کلام کسی بھی دین، مذہب اور تہذیب کا ابتدائی مرحلہ اس کے سیاسی رویوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔ مسیحی مذہب، مسیحی تہذیب اور مسیحی حکمرانی کے متعلق اسلام کا مکی دور ہمارے لیے مسلمان مسیحی دوستی کی بنیادیں استوار کرتا نظر آتا ہے۔ جبکہ اسلام دشمن ”کافروں“ سے بقائے باہمی کا سیاسی انداز فکر اسلام کے مکی عہد میں ہمارے لیے روشنی کا مینار ہے۔ اس حوالے سے پارہ 30 کی سورہ الکافروں ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ جب مسلمان اور ان کے مد مقابل کافر قوتیں اپنے اپنے دین اور تہذیبی فکر پر پختگی سے کاربند ہوگئیں کہ مسلمان نے اپنا دین نہ چھوڑنے کا راستہ اپنایا، حالانکہ وہ مکہ میں کمزور ترین سیاسی و اقتصادی حالت میں تھے۔ دوسری طرف ان کے دشمن **کافروں نے بھی** اپنے آبائی دین کا رویہ چھوڑنے سے انکار کر دیا تو حضرت محمد ﷺ نے سورہ **الکافروں کی آخری آیت** میں نازل شدہ ”معاہدہ بقائے باہمی“ کافروں کے سامنے پیش کیا کہ **دونوں** اپنے اپنے دین اور اپنے اپنے افکار پر کاربند رہ کر ”زندہ رہو اور زندہ رہنے دو“ کے اصول **پر متفق ہو جائیں**۔ ہمارے خیال میں کافروں سے سیاسی معاہدے کرنے کا یہ نادر ترین قرآنی **فارمولہ دنیا میں امن کا ابتدائی پیغام** ہے۔ جس سے کوئی بھی خطہ زمین پُر امن بقائے باہمی کے قالب میں ڈھل سکتا ہے۔ مسیحی مذہب سے جو تعلق حضرت محمد ﷺ کو تھا وہ بار بار قرآن پاک

میں حضرت مریم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرے سے قابل فہم۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ قرآن پاک میں اس قدر زیادہ ہے کہ وہ مسلمان مسیحی دینی مفاہمت اور دوستی کا یادگار ماحول پیش کرتا ہے۔ قرآن پاک میں پارہ 16 کی سورہ مریم اور پارہ 6 کی سورہ المائدہ مسیحی دین کی ان دونوں عظیم شخصیات کے لیے دوستی کے رخ کو پیش کرتی ہیں نہایت دلچسپ بات یہ ہے کہ سورہ مریم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی تھی۔ گویا مکہ اور مدینہ کی نبوی زندگی اور نزول قرآن کا عہد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہ السلام کے لیے بھرپور محبت واحترام اور انہیں اسلام ہی کی طرح کا روحانی درجہ پیش کرتا ہے۔ جبکہ حضرت محمد ﷺ نے مسلمان مسیحی دوستی کا رخ مکہ مکرمہ میں پیش کیا۔ رومی بازنطینی مملکت اور ایرانی زرتشت مملکت جو کہ اس عہد کی دو بالا دست حکومتی قوتیں تھیں ان دونوں میں سے اپنا وزن اور اپنی محبت روم کی بازنطینی مسیحی مملکت کو اس وقت پیش کی جب موجودہ ملک شام کے اندر ایک ہی خطہ زمین پر دونوں کا دعویٰ تھا اور بات جنگ تک پہنچ گئی تھی۔ مکہ مکرمہ میں مشرکین نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ اس متوقع جنگ میں جیت کس کی ہوگی؟ تو آنحضرت ﷺ نے اپنے قلبی میلان کی وجہ سے رومی مسیحی مملکت کی جیت کی نوید سنائی۔ مگر عملاً اس جنگ میں جیت ایران کی ہوئی تو مشرکین نے مسلمانوں کا مذاق اڑایا۔

مشرکین کے سماجی اور معاشرتی مذاق کے جواب میں پارہ 21 کی سورۃ الروم نازل ہوئی جس کی پہلی 5 آیات زرتشت ایران اور بازنطینی رومی جنگ سے متعلق ہیں۔ اس میں ایرانی جیت اور رومی شکست کو مستقبل میں بالکل الٹ دینے کی بشارت دوسری آیت میں پیش ہوئی۔ نہایت دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کے بعد خود رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور یثرت چلے گئے اور اس شہر کا نام مدینہ منورہ رکھا۔ اسی شہر میں قیام کے بعد رسول اکرم ﷺ نے میثاق مدینہ کا معاہدہ کیا۔ اسلام دوسرے ادیان کے ساتھ لچکدار رویہ اپناتا ہے اور ''زندہ رہو اور زندہ رہنے دو'' کی عملی صورت پیش کرتا ہے۔ یہ بات ہمیں مسیحی قبائل اور یہودی قبائل کے ساتھ ہونے والا نبوی معاہدہ میثاق مدینہ دکھاتا ہے۔ یقیناً یہ میثاق مدینہ ہی کا معاہدہ ہے جس کے مطابق مدینہ نامی مسلمان ریاست نے جنم لیا اور دوسری تہذیبوں کو زندہ رہنے کا مکمل ماحول فراہم کیا۔

جبکہ جنگ بدر صرف اس وجہ سے ہوئی کہ ملک کے مشرکین نے ''بقائے باہمی'' کی نبوی پیش کش جو کہ سورۃ الکافرون کی آخری آیت میں مشرکین اور کافروں کو پیش ہوئی تھی' اسے مسترد کر کے مدینہ منورہ پر لشکر کشی کر دی۔ بدر کے مقام پر ان جارح مکی مشرکین کو جہاں شکست ہوئی' وہاں انہی دنوں میں زرتشت ایران اور مسیحی رومی مملکت میں ایک بار پھر شام کی متنازعہ سرزمین پر جنگ ہوئی اور اس مرتبہ یہ جنگ زرتشت ایران ہار گیا اور مسیحی روم جیت گیا۔ اس طرح مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی سورۃ الروم کی رومی جیت کی بشارت پوری ہوگئی تو دوسری طرف بدر میں مسلمانوں کو بھی جیت ہوگئی۔

رسول اکرم ﷺ کا یہ ذاتی رویہ ہمارے سامنے مسلمان مسیحی تہذیبی دوستی کی مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح یہودی دین کے حاملین سے معاہدہ میثاق مدینہ ہمیں رہنمائی فراہم کرتا ہے کہ مسلمان یہودی دین کا اور یہودی تہذیب کا دشمن نہیں ہے بلکہ مسلمان یہودی دین کے حاملین سے سیاسی اتحاد بنانے کا قدم اٹھاتا ہے۔ ہم اس مرحلے پر اس بحث میں نہیں پڑیں گے کہ پھر بعد ازاں یہ معاہدہ ختم کیوں ہوا کہ ہماری نظر میں یہ معاہدہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے موجود ہے اور موجود رہے گا۔ البتہ یہودی قبائل نے از خود ایک سیاسی معاہدے کے بعد غداری کا کام کیا اور یوں غلطی سے اپنے ہاتھوں اپنے لیے وہ ماحول تخلیق کیا جو غداری کا انجام ہوا کرتا ہے۔

میثاق مدینہ درحقیقت محتاط اور دانشمندانہ اصلاح ہے۔ آپ ﷺ نے قبائل کی بے راہ روی پر کھلم کھلا ضرب نہیں لگائی لیکن اسے ختم کر ڈالا۔ یہ دستاویز آپ ﷺ کی بے نظیر اور فرزانہ سیاست کی نشاندہی کرتی ہے۔ دستاویز صرف اپنے زمانے میں اہمیت کی حامل تھی بلکہ اس نے آنے والے تمام مسلمان حکمرانوں کے لیے بھی رہنما اصول مہیا کیے وہ اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ کس طرح سلوک کریں۔ یہ انسانیت کا اولین دستور ہے بعد کے تمام دستاویز و منشور بشمول اقوام متحدہ کے منشور اسی کا چربہ ہیں۔ اسلام اور حضرت محمد ﷺ نے خفیہ کاموں کی بجائے ہر معاملے میں اعلانیہ معاہدوں کا مثبت اور تعمیری رویہ پیش کیا تا کہ انسانیت کو امن' استحکام اور ترقی میسر آئے اور جو معاہدے ہوں وہ سب اعلانیہ ہوں اور ان کا احترام ہو۔ پارہ 6 سوہ المائدہ کی پہلی آیت میں مسلمانوں کو معاہدوں کو پورا کرتے رہنے کا رویہ اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہمارا یہ علمی مقالہ نامکمل رہے گا اگر ہم مسلمانوں کی طرف سے مسیحی اور یہودی مفاہمت اور سیاسی معاہدوں کی

بات کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی طرف سے کسی مشرک قوم اور کافر قوم کے ساتھ مسلمانوں کے سیاسی رویے' معاہدے اور مفاہمت کے کردار کو زیر بحث نہ لائیں۔ جب رسول اللہ ﷺ عمرے کی ادائیگی کے لیے مدینہ سے اپنے صحابہ کرامؓ کے ہمراہ مکہ تشریف لے گئے تو مکہ والوں نے آپ کو جارح اور حملہ آور تصور کیا' چنانچہ انہوں نے جوابی جنگ کا ماحول پیدا کیا۔

رسول اکرم ﷺ کے داماد حضرت عثمان غنیؓ کو ایلچی بنا کر مکہ بھیجا گیا تو ان کے قتل کی افواہ پھیل گئی' اس کے جواب میں مسلمانوں کی صفوں میں قتل عثمان کا بدلہ لینے کے لیے بیعت رضوان ہوئی اور مسلمانوں نے رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ پر زندگی اور موت کے لیے بیعت کی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اسے بیعت رضوان کہا ہے۔ اشتعال کی اس شدید ترین حالت میں جب پتہ چلا کہ حضرت عثمان غنیؓ زندہ ہیں تو صلح کی بات چلی اور جب صلح کی بات چیت ہو رہی تھی' حضرت ابوبکر صدیقؓ اور کفار مشرکین مکہ کے نمائندے میں پھر شدید ترین تلخی ہوئی اور ہر دو نے ایک دوسرے کی داڑھی پکڑ لی۔ اس کے بعد ہی صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہوا جو بظاہر مسلمانوں کی شکست اور مشرکین مکہ کی سیاسی جیت سمجھا گیا' مگر بعدازاں شکست کو لیے ہوئے یہی معاہدہ صلح حدیبیہ مسلمانوں کی عظیم ترین کامیابیوں کا راستہ بنا۔ مشرک قوم اور کافر قوم خواہ کسی بھی خطے کی ہو اور جس سے مسلمانوں کی دشمنی بھی رہی ہو' اس سے بھی سیاسی معاہدہ ہو سکتا ہے اور صلح حدیبیہ ہمارے لیے اس حوالے سے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان تہذیب' دین اسلام' حضرت محمد ﷺ اور قرآن پاک بنیادی طور پر غیر مسلم اقوام سے جنگ و جدل اور تلوار زنی کا درس نہیں دیتا بلکہ دوستی' مفاہمت' بقائے باہمی اور زندہ رہو اور زندہ رہنے دو کا دوراندیش رویہ اور ماحول پیش کرتا ہے۔ ہمارے خیال میں آج کے تبدیل شدہ اور تلخ عالمی ماحول میں مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ قرآن پاک اور حضرت محمد ﷺ کی ذاتی زندگی کے مذکورہ بالا سچے واقعات کو پوری جرات اور بہادری سے غیر مسلم فیصلہ ساز حلقوں میں پیش کریں تاکہ مسلمانوں کے خلاف انتہا پسند غیر مسلم فیصلہ ساز حلقوں کی یک طرفہ یلغار کا راستہ روکنے میں مدد ملے۔

امریکی دانشور سیموئیل پی ہنٹنگٹن نے ''مسلمان مسیحی تہذیبی تصادم'' کا جو نظریہ پیش کر رکھا ہے وہ ہمارے خیال میں انتہا پسند عناصر کا سیاسی ایجنڈا ہے' اگر ہمارے مسلمان اس امریکی

انتہا پسندی کے ایجنڈے کے جواب میں ویسا ہی یک طرف منفی رخ پیش کریں تو یقیناً قرآن پاک کی سچی تعلیمات، رسول اکرم ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی کے ذاتی رویے اور تعلیمات کے خلاف ہوگا۔ سیاسی امور میں مسلمانوں کے خلاف آج وج عالمی ماحول میں یک طرفہ جنگ مسلط ہے، اس کا جواب سچے، انسان دوست قرآنی اور نبوی رویے کو پیش کرنا اس پر عمل کرنا ہے۔ ہم دنیا بھر کے مسلمانوں سے بالعموم اور وہ مسلمانو جو مسیحیوں اور یہودیوں سے شدید نفرت کی تبلیغ کرتے ہیں، بطور خاص ادب سے درخواست کریں گے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی ذاتی زندگی کا یہ پہلو غور سے دیکھیں کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ بات چیت کے لیے جو یہودی علماء اور مسیحی علماء تشریف لاتے، وہ مسجد نبوی ﷺ میں ہی قیام کرتے اور اپنے اپنے دین کے مطابق مسجد نبوی ہی میں عبادت کرتے تھے۔ اسلام میں دوسرے ادیان کی عبادت گاہیں کس قدر محفوظ ہو سکتی ہیں؟ اس کا تذکرہ قرآن پاک میں پارہ 17 سورہ الحج کی آیت نمبر 40 میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ ترجمہ "وہ مظلوم لوگ جو اپنے گھروں سے صرف اس لیے نکال دیئے گئے اقتدار کی طاقت کے زور پر کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا رب کہتے تھے اور اگر اللہ تعالیٰ کچھ طاقتور گروہوں کے ہاتھوں ان کے مخالف دوسرے طاقتور گروہوں کے اقتدار کا خاتمہ نہ کراتا رہتا تو یقیناً مسیحی عبادت گاہیں یعنی گرجے اور یہودی عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں یہ سب جن میں اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ نام لیا جاتا ہے، کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے" (سورہ الحج / آیت نمبر ۴۰) ہم نہایت ادب سے گزارش کریں گے کہ قرآن پاک کی سورہ المائدہ پارہ 6 اور آیت نمبر 82 کو غور سے پڑھنا نہایت ضروری ہے۔ ترجمہ "امر واقعہ کے طور پر آپ ﷺ مسلمانوں کے لیے دشمن ترین رویہ یہودیوں اور مشرکین کا پائیں گے۔ دوسری طرف امر واقعہ یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے لیے دوست ترین رویہ نصاریٰ اور مسیحیوں کا پائیں گے کہ ان میں علماء ہوتے ہیں اور راہب بھی اور یہ لوگ متکبر نہیں ہوتے" (سورہ المائدہ/ آیت نمبر ۸۲) اس آیت میں جہاں محض اظہار حقیقت کے طور پر یہودیوں اور مشرکین کی مسلمان دشمنی کا ذکر ہے وہاں مسلمانوں کے لیے واضح طور پر مسیحی دوستی کا بھی ذکر ہے۔

تجاویز

۱۔ عالمی سطح پر بین التہذیبی و بین الثقافتی تقارب و ہم آہنگی کے لیے ایک فورم Intercivilization and Intercultural Forum For Dialogue تشکیل دیا جائے جس میں دنیا بھر کی تہذیبوں کی نمائندگی ہو جو عالمی سطح پر تہذیب وثقافتی مسائل کا جائزہ لے سکے اور مشترکہ امور پر اتفاق رائے حاصل کرے۔

۲۔ بین التہذیبی و بین الثقافتی تقارب و ہم آہنگی کے لیے مشترکہ اقدار کلمہ سواء کو فروغ دیا جائے نیز عالمی سطح پر باہمی تعاون کو فروغ دینے' مظلوم طبقوں کے حقوق اور قدرتی آفات سے نبرد آزما ہونے کے لیے مشترکہ لائحہ عمل پر غور کیا جائے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری/ رحمتہ للعالمین/ لاہور/ شیخ غلام علی اینڈ سنز/۱۹۷۲/ ج ۲/ص ۳۱۳

۲۔ ایضاً / ج ۲/ص ۳۱۳

۳۔ برنارڈ لیوس مترجم محمد احسن بٹ/ اسلام کا بحران جہاد اور دہشت گردی/ لاہور/ نگارشات/ ۲۰۰۳ء/ ص ۷

۴۔ سورہ الفتح/ ۲۹

۵۔ سورہ الاحزاب/ ۴۶

۶۔ سورہ الاعراف/ ۱۵۸

۷۔ سورہ القلم/ ۴

۸۔ سورہ النمل/ ۴

۹۔ سورہ العلق/ ۴

۱۰۔ سورہ بنی اسرائیل/ ۱

۱۱۔ سورہ آل عمران/ ۱۶۴

۱۲۔ سورہ البقرہ/ ۸۷

۱۳۔ سورہ الانعام/ ۱۴۹

۱۴۔ سورہ التوبتہ/ ۳۸

۱۵۔ سورہ النجم/ ۱۲

۱۶۔ سورہ المزمل/ ۴

۱۷۔سورہ جمعہ/۲
۱۸۔سورہ آل عمران/۶۴
۱۹۔سورہ الشوریٰ/۵۶
۲۰۔سورہ الاحزاب/۴۰
۲۱۔سورہ الصف/۹
۲۲۔سورہ سبا/۵
۲۳۔سورہ الصف/۳۹
۲۴۔سورہ الاحقاف/۴۳
۲۵۔سورہ انشراح/۷
۲۶۔سورہ جن/۱۹
۲۷۔سورہ آل عمران/۶۱
۲۸۔سورہ الاحزاب/۴۵
۲۹۔سورہ الضحیٰ/۵
۳۰۔سورہ التوبتہ/۱۲۸
۳۱۔سورہ التحریم/۱۸
۳۲۔سورہ التکویر/۲۰
۳۳۔سورہ الکہف/۲۰
۳۴۔سورہ حم سجدہ/۶
۳۵۔سورہ سباء/۵
۳۶۔سورہ النصر/۳
۳۷۔سورہ الاحقاف/۱۳
۳۸۔سورہ الرعد/۷
۳۹۔سورہ الانفال/۶۲
۴۰۔سورہ الفرقان/۵۸
۴۱۔سورہ الحجر/۹۹
۴۲۔سورہ الدھر/۲۵
۴۳۔سورہ الاعراف/۱۵۷

۴۴۔صحیح مسلم، باب المساجد
۴۵۔مولانا سید سلیمان ندوی/ خطبات مدراس/ لاہور/ اظہار سنز/ ۱۹۷۶/ ص ۴۱
۴۶۔سورہ سبا/ آیت نمبر ۲۸
۴۷۔سورہ الاحزاب/ آیت نمبر ۲۱
۴۸۔مولانا ابوالکلام آزاد، قرآن کا قانون عروج وزوال، لاہور، طیب پبلیشرز، ص ۹
(49)(www.websters-online-dictionary.org/definition/Islam
۵۰۔رشید احمد قاسمی، دور حاضر میں مذہبی انتہا پسندی اور اس کا خاتمہ، اسلام آباد، وفاقی وزارت مذہبی امور ۲۰۰۴ء، ص ۲۲۱
۵۱۔القرآن، سورہ البقرہ، آیت نمبر ۲۱۳، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۱۹، ۱۰۳
۵۲۔القرآن، سورہ النساء، آیت نمبر ۸۶۔۱۱۴، ۱۴۸، سورہ الاعراف ۵۶
۵۳۔القرآن، سورہ البقرہ، آیت نمبر ۸۳، آل عمران، آیت نمبر ۱۷۲
۵۴۔القرآن، سورہ البقرہ، آیت نمبر ۲۲۰، سورہ آل عمران، ۱۰۳
۵۵۔القرآن، سورہ البقرہ، آیت نمبر ۲۵۶، سورہ یونس، آیت نمبر ۹۹۔۱۰۰
۵۶۔القرآن، سورہ البقرہ، آیت نمبر ۱۹۰
۵۷۔القرآن، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۳۲
۵۵۔القرآن، سورہ البقرہ، آیت نمبر ۲۵۶، سورہ یونس، آیت نمبر ۹۹۔۱۰۰
۵۶۔القرآن، سورہ البقرہ، آیت نمبر ۱۹۰
۵۷۔القرآن، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۳۲
۵۸۔القرآن، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۵۷
۵۹۔القرآن، سورہ المائدہ، آیت نمبر ۶۴
۶۰۔القرآن، سورہ الانعام، آیت نمبر ۱۴۱
۶۱۔القرآن، سورہ الانفال، آیت نمبر ۵۸
۶۲۔القرآن، سورہ النحل، آیت نمبر ۲۳
۶۳۔القرآن، سورہ القصص، آیت نمبر ۷۶
۶۴۔القرآن، سورہ البقرہ، آیت نمبر ۱۹۵
۶۵۔القرآن، سورہ البقرہ، آیت نمبر ۲۲۲
۶۶۔القرآن، سورہ آل عمران، آیت نمبر ۴۶

٦٧۔القرآن/سورہ آل عمران/آیت نمبر ۱۵۹
٦٨۔القرآن/سورہ المائدہ/آیت نمبر ۴۲
٦٩۔القرآن/سورہ التوبہ/آیت نمبر ۷
۷۰۔القرآن/سورہ التوبہ/آیت نمبر ۱۰۸
۷۱۔القرآن/سورہ آل عمران/آیت نمبر ۱۱۷۔۱۸۲،سورہ النساء/آیت نمبر ۴۰،سورہ الانعام/آیت نمبر ۱۳۱
۷۲۔القرآن/سورہ النساء/آیت نمبر ۸۳،سورہ المائدہ ۱۵۔۱٦،سورہ الفرقان ٦۳
۷۳۔القرآن/سورہ آل عمران/آیت نمبر ۱۱۴۔۱۱۰،سورہ الاعراف/آیت نمبر ۱۹۹
۷۴۔القرآن/سورہ البقرہ/آیت نمبر ۳۰،سورہ فاطر/آیت نمبر ۳۹
۷۵۔القرآن/سورہ لقمان/آیت نمبر ۱۹،سورہ المجادلہ/آیت نمبر ۹
۷٦۔القرآن/سورہ یونس/آیت نمبر ۳٦
۷۷۔القرآن/سورہ یونس/آیت نمبر ۲۷،سورہ الجاثیہ/آیت نمبر ۲۱
۷۸۔القرآن/سورہ الاحزاب/آیت نمبر ۵۸
۷۹۔القرآن/سورہ النور/آیت نمبر ۱۹
۸۰۔القرآن/سورہ المومنون/آیت نمبر ۵۔٦
۸۱۔القرآن/سورہ الذاریات/آیت نمبر ۱ تا ۵
۸۲۔القرآن/سورہ القصص/آیت نمبر ۸۳
۸۳۔القرآن/سورہ الجمعہ/آیت نمبر ۲
۸۴۔القرآن/سورہ ہود/آیت نمبر ۱۱۲
۸۵۔القرآن/سورہ الطور/آیت نمبر ۴۸،۴۹
۸٦۔القرآن/سورہ بنی اسرائیل/آیت نمبر ۵۳
۸۷۔القرآن/سورہ الحشر/آیت نمبر ۲۱،سورہ الملک/آیت نمبر ۱۲
۸۸۔القرآن/سورہ البینہ/آیت نمبر ۷۔۸
۸۹۔القرآن/سورہ الزمر/آیت نمبر ۳۳ تا ۳۵
۹۰۔القرآن/سورہ السجدہ/آیت نمبر ۱۸
۹۱۔القرآن/سورہ النحل/آیت نمبر ۱۲٦
۹۲۔القرآن/سورہ القصص/آیت نمبر ۸۴
۹۳۔مفتی محمد تقی عثمانی/آنحضرت ﷺ کا انداز تعلیم وتربیت اور اس کے انقلابی اثرات/کراچی/ماہنامہ

البلاغ رمئی ۲۰۰۳ء رص ۱۵
۹۴۔ ولادیسلاف کیلیے/ تاریخی مادیت مترجم مرزا اشفاق بیگ/ کراچی/ سٹی بک پوائنٹ/ ۲۰۰۴ء/ ص ۱۱۴
۹۵۔ المنجد طبع بیروت
۹۶۔ ایضاً/ ص ۹۴۵
۹۷۔ Oxford Dictionary of Education
۹۸۔ راغب القبانی بیروتی/ الثقافۃ/ مکتبہ اہلیہ بیروت/ ص ۱۹
۹۹۔ Philips Bagby/ Culture and History/ P 73
۱۰۰۔ Culture Critcial Review of Concept and Definition
۱۰۱۔ Philips Bagby/Culture and History/ American Academy of Political and Social Science/1960/P73
۱۰۲۔ ڈاکٹر خالد علوی/ ثقافت کا اسلامی تصور/ اسلام آباد/ دعوۃ اکیڈمی/ ۲۰۰۵ء/ ص ۸
۱۰۳۔ A.Kroeber & C. Luckhon/ Culture A critical Review of Concepts and Definitions/ Cambridge/ 1952/ P 113
۱۰۴۔ T.S.Eliot /Notes towards the definition of /Culture/ Page 13
۱۰۵۔ Ibid/ 120
۱۰۶۔ میتھیو آرنلڈ/ ثقافت وانتشار مترجم/ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کراچی/ ص ۱۶۱
۱۰۷۔ ایضاً/ ص ۴۲
۱۰۸۔ Mohsin Mehdi/ Ibn Khuldun's Philosophy of History/ P 181

۱۰۹۔ Culture two Meanings. Socialogical-Humanistic (1) Culture is that complete whole which inculdes knowledge, belief, art, moral , law, customs and many other capapbilities and habits acquired by man as a member of society. (2) Human Culture is a continuous movement towards the complete freedom of human spirit.

۱۱۰۔ Philips Bagby/ Culture and History/ P 80

۱۱۱۔ Ibid

۱۱۲۔ Fayzee/ Islamic Culture

۱۱۳۔ T.S.Eliot /Notes towards the definition of Culture/ Page 13

۱۱۴۔ سید ساجد حسین/تعلیمی عمرانیات/کراچی/ رہبر پبلیشرز/۱۹۹۴ء/۲۲۳

۱۱۵۔ محمد اشرف خرم/عمرانیاتی بنیادیں/کراچی/ اردو اکیڈمی/ ۱۹۹۶ء/ص ۵۶۳

۱۱۶۔ احسن شیخ/ تہذیب وتمدن/ کراچی/ آزاد پبلیشرز/ ۲۰۰۲ء/ص ۴۹

۱۱۷۔ پروفیسر عثمان شیخ/ فلسفہ تہذیب وتمدن/ کراچی/ کفایت اکیڈمی/ ۱۹۹۹ء/ص ۳۴

۱۱۸۔ پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ/ اسلام کا عمرانی نظام/ لاہور/علم وعرفان پبلیشرز/ ۲۰۰۵ء/ص ۹۸

۱۱۹۔ (پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ/ اسلام کا عمرانی نظام/ لاہور/علم وعرفان پبلیشرز/ ۲۰۰۵ء/ص ۹۹)

۱۲۰۔ اسلامی تمدن وتاریخ / پروفیسر عثمان غنی/ لاہور/لکی بک سینٹر/ص ۱۱

۱۲۱۔ اسلامی تمدن وتاریخ / پروفیسر عثمان غنی/ لاہور/لکی بک سینٹر/ص ۱۱

۱۲۲۔ پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ/ اسلام کا عمرانی نظام/ لاہور/علم وعرفان پبلیشرز/ ۲۰۰۵ء/ص ۹۶

۱۲۳۔ الثقافۃ/ مکتبہ اہلیہ بیروت/ص ۱۹

۱۲۴۔ پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ/ اسلام کا عمرانی نظام/ لاہور/علم وعرفان پبلیشرز/ ۲۰۰۵ء/ص ۱۰۲

۱۲۵۔ اسلامی تمدن وتاریخ / پروفیسر عثمان غنی/ لاہور/لکی بک سینٹر/ص ۱۱

۱۲۶۔ پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ/ اسلام کا عمرانی نظام/ لاہور/علم وعرفان پبلیشرز/ ۲۰۰۵ء/ص ۱۱۱

۱۲۷۔ پروفیسر ڈاکٹر عاشق مصطفیٰ/ مثالی تہذیب وتمدن/ لاہور/ اسٹینڈرڈ بک ہاؤس/ ۲۰۰۳/ص ۱۵

۱۲۸۔ محمد ارشد بھٹی/ مطالعہ تہذیب اسلامی/ لاہور/ ۱۹۹۲ء/ص ۲۳

۱۲۹۔ اسلامی تہذیب اور اس کے اصول مبادی/ ۱۱

۱۳۰۔ اسلامی نظریہ حیات/ پروفیسر خورشید احمد/ کراچی/ شعبہ تصنیف وتالیف جامعہ کراچی/ ۱۹۶۸ء/ ص (۳۹

۱۳۱۔ فرید وجدی/ تطبیق الدیانۃ الاسلامیہ/ قاہرہ/ص ۱۴

۱۳۲۔ دین فطرت اسلام ہی کیوں؟/ نور الحق صدیقی/ لاہور/ طاہر سنز/ص ۲۲

۱۳۳۔ ۷۰۔ علی اوسط صدیقی/ اسلامیات/ کراچی/ طاہر سنز/ ۱۹۹۴ء/ص ۱۹

۱۳۴۔ پارہ ۷/ آیت ۷۸

۱۳۵۔ اسلامیات/علی اسط صدیقی/کراچی/طاہر سنز/۱۹۹۲ء/ص ۵۷

۱۳۶۔ القرآن/سورہ بنی اسرائیل/آیت نمبر ۱۷۔۱۸

۱۳۷۔ عقائد اسلام/مولانا محمد طاہر قاسمی/لاہور/طیب پبلیشرز/۲۰۰۲ء/ص ۱۵

۱۳۸۔ برنارڈ لیوس مترجم محمد احسن بٹ/اسلام کا بحران جہاد اور دہشت گردی/لاہور/نگارشات/۲۰۰۳ء/ص ۷

۱۳۹۔ معلقات۔ کلام عمر بن کلثوم

۱۴۰۔ صحیح بخاری

۱۴۱۔ باری علیگ/ اسلامی تاریخ وتہذیب/ لاہور/تخلیقات/۱۹۹۲ء/ص ۲۳

۱۴۲۔ قاضی ثناء اللہ عثمانی پانی پتی/تفسیر مظہر/ حیدر آباد دکن/مجلس اشاعت العلوم/ ج ۹/ص ۲۵

۱۴۳ (Arm strong Karen/ Muhammad a western attempt to understanding Islam/ London/1992/p 266)

۱۴۴۔ ڈاکٹر مولانا محسن عثمانی ندوی/ مطالعہ مذاہب/ کراچی/ مجلس نشریات اسلام ناظم آباد/ ۱۹۹۹ء/ص ۹

۱۴۵۔ پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ/ اسلام کا عمرانی نظام/ لاہور/علم وعرفان پبلیشرز/ ۲۰۰۴ء/ص ۴۰

۱۴۶۔ نسرین اختر/ مغربی تہذیب وثقافت کے اثرات/ کراچی/ کالج آف ایجوکیشن، فیڈرل بی ایریا/ ۲۰۰۵/ص ۵۳

۱۴۷۔ فرزانہ پروین/ طلبہ اور مغربی تہذیب/ کراچی/ کالج آف ایجوکیشن فیڈرل بی ایریا/ ۲۰۰۴ء/ص ۲۳

۱۴۸ http://www.blurtit.com/q600671.html

۱۵۰۔ امتیاز احمد سعید/ اسلامی تاریخ وتمدن/ لاہور/ نیو بک پیلس/ ۱۹۸۸ء/ص ۲۷۳

۱۵۱۔ علی عباس جلالپوری/ روایات تمدن قدیم/ لاہور/تخلیقات/۲۰۰۲/ص ۱۱

۱۵۲۔ تہذیبیں/ سید عین الحق/ کراچی/ علمی بک ڈپو/ ۱۹۶۷ء/ص ۲۲

۱۵۳۔ امتیاز احمد سعید/ اسلامی تاریخ وتمدن/ لاہور/ نیو بک پیلس/ ۱۹۸۸ء/ص ۲۷۳

۱۵۴ http://www.blurtit.com/q600671.html

155 (Herodotus of Halicarnassus was a Greek historian from Ionia who lived in the 5th century BC (ca. 484 BC–ca. 425 BC) and is regarded as the "Father of History")(http://en.wikipedia.org/wiki/Herodotus)

۱۵۶۔انوار ہاشمی/تہذیب کی کہانی/کراچی/کراچی بک سینٹر/ص ۴۲
۱۵۷۔تہذیبیں/سید عین الحق/کراچی/علمی بک ڈپو/ ۱۹۶۷ء/ص ۷۷
۱۵۸۔http://www.blurtit.com/q600671.html
۱۵۹۔[Aidan & Dyan (2004) p.46}
160 [Clayton, Peter A. (1994). Chronicle of the Pharaohs. Thames and Hudson. ISBN 0-500-05074-0]
(http://en.wikipedia.org/wiki/Ancient_Egypt#_note-Chronicles)
۱۶۱ http://en.wikipedia.org/wiki/Ancient_Rome
۱۶۲۔اقبال جاوید/انسان دوستی لبرل ازم جمہوریت/لاہور/اظہار سنز/ص ۲۲
۱۶۳۔تہذیبیں/سید عین الحق/کراچی/علمی بک ڈپو/ ۱۹۶۷ء/ص ۱۶۶
۱۶۴۔ڈاکٹر غلام جیلانی برق/ہماری عظیم تہذیب/لاہور/شیخ غلام علی اینڈ سنز/ص ۴۶
۱۶۵۔سرجان مارشل/موہنجوڈرو اور انڈس کی تہذیب/جلد اول
۱۶۶۔انوار ہاشمی/تہذیب کی کہانی/کراچی/کراچی بک سینٹر/ص ۷۷)
۱۶۷۔اقبال جاوید/انسان دوستی لبرل ازم جمہوریت/لاہور/اظہار سنز/ص ۲۲
۱۶۸۔اسلامی تمدن و تاریخ/پروفیسر نذیر احمد بھٹی/لاہور/لکی بک سینٹر/ص ۱۲
۱۶۹۔پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ/اسلام کا عمرانی نظام/لاہور/علم و عرفان پبلیشرز/ ۲۰۰۵ء/ص ۱۱۲
۱۷۰۔اسلامی تمدن و تاریخ/پروفیسر عثمان غنی/لاہور/لکی بک سینٹر/ص ۱۲
۱۷۱۔پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ/اسلام کا عمرانی نظام/لاہور/علم و عرفان پبلیشرز/ ۲۰۰۵ء/ص ۱۱۳
۱۷۲۔سورہ بنی اسرائیل/آیت نمبر ۷۰
۱۷۳۔سورہ الحجرات/آیت نمبر ۱۳
۱۷۴۔سورہ التین/آیت نمبر ۵
۱۷۵۔مسند احمد
۱۷۶۔اسلامی تمدن و تاریخ/پروفیسر نذیر احمد بھٹی/لاہور/لکی بک سینٹر/ص ۱۳
۱۷۷۔پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ/اسلام کا عمرانی نظام/لاہور/علم و عرفان پبلیشرز/ ۲۰۰۵ء/ص ۱۱۲
۱۷۸۔اسلامی تمدن و تاریخ/پروفیسر عثمان غنی/لاہور/لکی بک سینٹر/ص ۱۲
۱۷۹۔سورہ البقرہ/آیت نمبر ۲۱
۱۸۰۔سورہ الذاریات/آیت نمبر ۵۶

۱۸۱۔ اسلامی تمدن وتاریخ / پروفیسر نذیر احمد بھٹی / لاہور/ لکی بک سینٹر/ ص ۱۳

۱۸۲۔ پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ/ اسلام کا عمرانی نظام/ لاہور/ علم وعرفان پبلیشرز/ ۲۰۰۵ء/ ص ۱۱۲)

۱۸۳۔ اسلامی تمدن وتاریخ / پروفیسر عثمان غنی/ لاہور/ لکی بک سینٹر/ ص ۱۳

۱۸۴۔ پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ/ اسلام کا عمرانی نظام/ لاہور/ علم وعرفان پبلیشرز/ ۲۰۰۵ء/ ص ۱۱۴

۱۸۵۔ اسلامی تمدن وتاریخ / پروفیسر نذیر احمد بھٹی/ لاہور/ لکی بک سینٹر/ ص ۱۳)

۱۸۶۔ پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ/ اسلام کا عمرانی نظام/ لاہور/ علم وعرفان پبلیشرز/ ۲۰۰۵ء/ ص ۱۱۲

۱۸۷۔ اسلامی تمدن وتاریخ / پروفیسر عثمان غنی/ لاہور/ لکی بک سینٹر/ ص ۱۳

۱۸۸۔ سورہ جمعہ/ آیت نمبر ۲

۱۸۹۔ کنزل العمال/ جلد ۵/ ص ۶

۱۹۰۔ جامع ترمذی

۱۹۱۔ اسلامی تمدن وتاریخ / پروفیسر نذیر احمد بھٹی/ لاہور/ لکی بک سینٹر/ ص ۱۳

۱۹۲۔ پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ/ اسلام کا عمرانی نظام/ لاہور/ علم وعرفان پبلیشرز/ ۲۰۰۵ء/ ص ۱۱۲

۱۹۳۔ اسلامی تمدن وتاریخ / پروفیسر عثمان غنی/ لاہور/ لکی بک سینٹر/ ص ۱۳

۱۹۴۔ پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ/ اسلام کا عمرانی نظام/ لاہور/ علم وعرفان پبلیشرز/ ۲۰۰۵ء/ ص ۱۱۷

۱۹۵۔ اسلامی تمدن وتاریخ / پروفیسر عثمان غنی/ لاہور/ لکی بک سینٹر/ ص ۱۴

۱۹۶۔ ڈاکٹر محمد علی ضناوی/ اسلامی تہذیب کی تفہیم جدید/ لاہور/ اسلامک پبلیکیشنز/ ۱۹۹۶ء/ ص ۲۹

۱۹۷۔ سورہ العصر/ آیت نمبر ۱ تا ۳

۱۹۸۔ ڈاکٹر محمد علی ضناوی/ اسلامی تہذیب کی تفہیم جدید/ لاہور/ اسلامک پبلیکیشنز/ ۱۹۹۶ء/ ص ۲۹

۱۹۹۔ ابن علی/ مغربی تہذیب کے اصول ومبادیات/ کراچی/ ماہنامہ ساحل/ جنوری ۲۰۰۱ء/ ص ۱۸

۲۰۰۔ مرزا محمد الیاس/ بنیاد پرستی اور تہذیبی کشمکش/ لاہور/ حرا پبلیکیشنز/ ۱۹۹۴ء/ ص ۹۸

۲۰۱۔ پروفیسر چوہدری غلام رسول چیمہ/ اسلام کا عمرانی نظام/ لاہور/ علم وعرفان پبلیشرز/ ۲۰۰۵ء/ ص ۱۲۸

۲۰۲۔ سورہ المائدہ/ آیت نمبر ۱۸

۲۰۳۔ سورہ آل عمران/ ۳/ ۷

۲۰۴۔ متی ۲۴/ ۱۵

۲۰۵۔ متی باب ۱۰/ ص ۵

۲۰۶۔ یوحنا ۲۲/ ص ۴

۲۰۷۔ زوار حسین/ تہذیب/ ملتان/ بیکن بکس/ ۲۰۰۰ء/ ج/ ص ۴

۲۰۸۔سورہ فاتحہ/آیت نمبر ۱
۲۰۹۔سورہ مزمل/۹
۲۱۰۔سورہ البقرہ/آیت نمبر ۱۸۵
۲۱۱۔سورہ القلم/آیت نمبر ۵۲
۲۱۲۔سورہ الانبیا/آیت نمبر ۱۰
۲۱۳۔سورہ البقرہ/۲۰۱،سورہ الانبیاء/۱۰۵،سورہ المائدہ/۱۱۹
۲۱۴۔سورہ آل عمران/۱۸۵،سورہ العنکبوت/۶۴
۲۱۵۔سورہ البقرہ/۲۰۷،سورہ الفتح/۲۹،سورہ الذاریات/۵۶
۲۱۶۔ڈاکٹر محمد امین/اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش/لاہور/بیت الحکمت/۲۰۰۶ء/ص ۱۷

217.Secularism is generally the assertion that certain practices or institutions should exist separately from religion or religious belief.(http://en.wikipedia.org/wiki/Secularism)

218.Humanism is a broad category of ethical philosophies that affirm the dignity and worth of all people, based on the ability to determine right and wrong by appeal to universal human qualities—particularly rationality.(http://en.wikipedia.org/wiki/Humanism)

219.In philosophy, materialism is a form of physicalism which holds that the only thing that can be truly proven to exist is matter.(http://en.wikipedia.org/wiki/Materialism)

220.Liberalism refers to a broad array of related ideas and theories of government that consider individual liberty to be the most important political goal.[1] Liberalism has its roots in the Western Age of Enlightenment. liberalism emphasizes individual rights and equality of opportunity.(http://en.wikipedia.org/wiki/Liberalism)

221.Freud is best known for his theories of the unconscious mind, especially involving the mechanism of repression; his redefinition of sexual desire as the primary motivational energy of human life,

directed toward a wide variety of object (http://en.wikipedia.org/wiki/Freud

222.Charles Robert Darwin (12 February 1809 – 19 April 1882) was an English naturalist Darwin proposed and provided scientific evidence that all species of life have evolved over time from one or a few common ancestors through the process of natural selection.The fact that evolution occurs became accepted by the scientific community and the general public in his lifetime(http://en.wikipedia.org/wiki/Charles_Darwin

223.Democracy describes a small number of related forms of government. Its name comes from the ancient Greek for "rule by the people". A common feature of democracy as currently understood and practised is competitive elections. Competitive elections are usually seen to require freedom of speech, freedom of the press, and some degree of rule of law. Civilian control of the military is often seen as necessary to prevent military dictatorship and interference with political affairs(http://en.wikipedia.org/wiki/Democracy

224.Capitalism generally refers to an economic system in which the means of production are mostly privately owned, and in which capital is invested in the production, distribution and/or other trade of goods and services for profit in a largely unregulated market.(http://en.wikiquote.org/wiki/Capitalism

۲۲۵۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی/ ہندوستان میں اسلامی تہذیب کا انحطاط/ ترجمان القرآن/ لاہور/ اسلامک پبلیکیشنز/ اکتوبر ۱۹۳۴ء/ ص ۸

226.Theophobia is a phobia of all gods or religious practices. It is often described as a hatred of theistic or monotheistic practices. [1] It is sometimes described as a social phobia because of the social

implications it carries with it.(http://en.wikipedia.org/wiki/Theophobia

227.Superstition is a belief or notion, not based on reason or knowledge, in or of the ominous significance of a particular thing, circumstance, occurrence, proceeding, or the like

http://en.wikipedia.org/wiki/Superstition

228.Methodological naturalism is the methodological assumption that observable events in nature are explained only by natural causes without assuming the existence or non-existence of the supernatural, (http://en.wikipedia.org/wiki/Naturalism

۲۲۹۔سید ابوالاعلیٰ مودودی/تنقیحات/لاہور/اسلامک پبلیکیشنز/س۲۰۰۳ء/ص ۳۲

۲۳۰۔ڈاکٹر محمد امین/اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش/لاہور/بیت الحکمت/س۲۰۰۶ء/ص ۱۹

۲۳۱۔ڈاکٹر محمد امین/اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش/لاہور/بیت الحکمت/س۲۰۰۶ء/ص ۲۱

۲۳۲۔ڈاکٹر اسرار احمد/روشن خیالی کی حقیقت اور پس منظر/کراچی/روزنامہ امت/۹ جون ۲۰۰۶ء

۲۳۳۔فکر اقبال/لاہور/علم وعرفان پبلیشرز/ص ۱۲۱

۲۳۴۔کلیات اقبال/لاہور/علم وعرفان پبلیشرز/ص

۲۳۵۔مولانا سید ابوالحسن علی ندوی/تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات/کراچی/مجلس نشریات اسلام/۱۹۸۶ء/ص ۸

236.Gustave Le Bon (May 7, 1841 – December 13, 1931) was a French social psychologist, sociologist, and amateur physicist. He was the author of several works in which he expounded theories of national traits, racial superiority, herd behaviour and crowd psychology(http://en.wikipedia.org/wiki/Gustave_Le_Bon

237.Robert Briffault (1876 - 11 December 1948) was a French novelist, historian, social anthropologist and surgeon(http://en.wikipedia.org/wiki/Robert_Briffault

238.Arnold Joseph Toynbee CH (April 14, 1889 – October 22, 1975) was

a British historian whose twelve-volume analysis of the rise and fall of civilizations, A Study of History, 1934-1961, was a synthesis of world history, a metahistory based on universal rhythms of rise, flowering and decline, which examined history from a global perspective.(http://en.wikipedia.org/wiki/Arnold_J._Toynbee)

239.George Alfred Leon Sarton (1884-1956) was a Belgian-American polymath, historian of science, and father of the writer, May Sarton. He wrote the seminal classic works, History of Science.(http://en.wikipedia.org/wiki/George_Sarton)

۲۴۰۔ ڈاکٹر تارا چند ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے، گجرات (مغربی پاکستان) کے ایک اسکول سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا، اس کے بعد ماڈل اسکول لاہور میں داخلہ لیا، سینٹ اسٹیفن کالج دہلی سے انٹر پاس کیا۔ پھر میرٹھ کالج میں داخلہ لیا۔ بی اے اونگ کرسچین کالج سے پاس کیا۔ اسی یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ ۱۹۱۸ء میں اسی کالج کے پرنسپل ہو گئے۔ ۱۹۴۶ء میں الہ آباد یونیورسٹی کے وائس چانسلر منتخب ہوئے۔ ہندوستانی وزارت تعلیمات میں سیکریٹری اور مشیر تعلیمات کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ ہندوستان کی طرف سے ایران کے سفیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۸۵ء میں راجیہ سبھا کے ممبر مقرر ہوئے ڈاکٹر تارا چند نے متعدد کتابیں تحریر کی ہیں۔

۲۴۱۔ سید قطب شہید/ اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل/ لاہور/ مکتبہ تعمیر انسانیت/ ۱۹۸۲ء/ ص ۱۸۰۔۱۸۱

۲۴۲۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی/ تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات/ کراچی/ مجلس نشریات اسلام/ ۱۹۸۶ء/ ص ۱۵

۲۴۳۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی/ تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات/ کراچی/ مجلس نشریات اسلام/ ۱۹۸۶ء/ ص ۱۸

244.Kavalam Madhava Panikkar (1895-1963) was a scholar, journalist, historian, administrator and diplomat.Educated at the University of Oxford, Panikkar read for the bar at the Middle Temple, London, before returning to India, where he then taught at Aligarh and Calcutta

universities.(http://en.wikipedia.org/wiki/Kavalam_Madhava_Panikkar

۲۴۵۔مولانا سید ابوالحسن علی ندوی/ تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات/ کراچی/ مجلس نشریات اسلام/ ۱۹۸۶ء/ ص ۲۸ ۲۴۶۔مولانا سید ابوالحسن علی ندوی/ تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات/ کراچی/ مجلس نشریات اسلام/ ۱۹۸۶ء/ ص ۴۵

247.Jawaharlal Nehru/Discover of India/Jawaharlal Nehru Memorial Fund/ Calcutta/ 1991/ p225

248.Sir Hamilton Alexander Rosskeen Gibb, (2 January 1895 - 22 October 1971), also commonly referred to as "H. A. R. Gibb", was a Scottish scholar of Islam and the Middle East.
(http://en.wikipedia.org/wiki/Hamilton_Gibb

249.H.A.R.Gibb / Whither Islam / Londong/ Sep 2000/ P-379

250.A.J.Toynbee/ Civilization on Trial / Newyork/ 1948/ P205

251.Sarojini Naidu (February 13, 1879 - March 2, 1949), known as Bharatiya Kokila (The Nightingale of India), was a child prodigy, freedom fighter, and poet. Naidu was the first Indian woman to become the President of the Indian National Congress and the first woman to become the governor of a state in India(http://en.wikipedia.org/wiki/Sarojini_Naidu

252.Sarojini Naidu/ Speechec & Writings of Sarojini Naidu/ Madras/ 1918/ P. 167

253.Malcolm X (born Malcolm Little; May 19, 1925 – February 21, 1965), also known as El-Hajj Malik El-Shabazz,[1] was an American Black Muslim minister and a one-time spokesman for the Nation of Islam. After leaving the Nation of Islam in 1964, he went on a pilgrimage, the Hajj, to Mecca and became a Sunni Muslim; he also founded the Muslim Mosque, Inc. and the Organization of Afro-American Unity. Less than a year later, he was assassinated in

Washington Heights on the first day of National Brotherhood Week.(http://en.wikipedia.org/wiki/Malcolm_X

254.The Autobiography of Malcom X/ Essex/ 1965/ p 419-420

۲۵۵۔ڈاکٹر غلام جیلانی برق/ ہماری عظیم تہذیب/ لاہور/ شیخ غلام علی اینڈ سنز/ ص ۳۴

۲۵۶۔شبلی/ المامون/ ص ۱۳۶

۲۵۷۔بریفالٹ/ تشکیل انسانیت مترجم مولانا عبدالمجید سالک/ ص ۲۶۸

۲۵۸۔ایج آف فیتھ/ ص ۲۹۷

۲۵۹۔ڈاکٹر غلام جیلانی برق/ ہماری عظیم تہذیب/ لاہور/ شیخ غلام علی اینڈ سنز/ ص ۳۶

۲۶۰۔ایس ایم شاہد/ اسلامی ادارے وتہذیب وتمدن/ لاہور/ نیو بک پیلس/ ۱۹۸۹ء/ ص ۲۶۳

261.Roger I (1031 – June 22, 1101), called Bosso and the Great Count was the Norman Count of Sicily from 1071 to 1101. He was the last great leader of the Norman conquest of southern Italy.(http://en.wikipedia.org/wiki/Roger_I_of_Sicily

۲۶۲۔کاغذ پہ پہلی تحریر ایک کتاب تھی جو اسکوریل (اسپین کے شہر میڈرڈ) کی لائبریری میں موجود ہے اور جو ۱۰۰۹ء میں لکھی گئی تھی

۲۶۳۔گستاؤلی بان/ تمدن عرب (مترجم از سید علی بلگرامی)/ ص ۴۳۸

264..Roger II (22 December 1095[1] – 26 February 1154) was King of Sicily, son of Roger I of Sicily and successor to his brother Simon. He began his rule as Count of Sicily in 1105, later became Duke of Apulia and Calabria (1127), then King of Sicily (1130). It is Roger II's distinction to have united all the Norman conquests in Italy into one kingdom with a strong centralized government.(http://en.wikipedia.org/wiki/Roger_II_of_Sicily#_note-0

265.Arab geographer, an adviser to Roger II, the Norman king of Sicily. He wrote one of the greatest works of medieval geography, Kitab nuzhat al-mushtaq fi ikhtiraq al-afaq ("The Pleasure Excursion of One Who Is Eager to Traverse the Regions of the World"

(http://www.britannica.com/eb/topic-506768/Roger)II

۲۶۶۔رحلتہ ابن جبیر/ص ۳۳۳

267.William I (b. 1131 - d. May 7, 1166), called the Bad or the Wicked, was the second king of Sicily, ruling from his father's death in 1154 to his own. He was the fourth son of Roger II and Elvira of Castile. His maternal grandparents were Alfonso VI of Castile and a concubine (perhaps wife) baptised Isabella, but born Zaida.(http://en.wikipedia.org/wiki/William_I_of_Sicily)

۲۶۸۔رحلتہ ابن جبیر/ص ۳۳۳

۲۶۹۔رحلتہ ابن جبیر/ص ۳۲۰

۲۷۰۔آرنلڈ/میراث اسلام/ص ۱۱۳

۲۷۱۔آرنلڈ/میراث اسلام/ص ۱۱۴

۲۷۲۔گستاؤلی بان/تمدن عرب (مترجم از سید علی بلگرامی)/ص ۴۸۶

۲۷۳۔گستاؤلی بان/تمدن عرب (مترجم از سید علی بلگرامی)/ص ۵۱۹

۲۷۴۔فریڈرک عربی کا عالم اور اسلامی تہذیب کا گرویدہ تھا، اسی فریڈرک نے مارٹن لوتھر کی پیدائش سے سو سال قبل سلطان الکامل سے کہا تھا "سلطان کتنا خوش قسمت ہے کہ اس کا کوئی پوپ نہیں"

۲۷۵۔تشکیل انسانیت/ص ۲۷۸

۲۷۶۔ایس ایم شاہد/اسلامی ادارے وتہذیب وتمدن/لاہور/نیو بک پیلس/۱۹۸۹ء/ص ۴۶۵

۲۷۷۔ایس ایم شاہد/اسلامی ادارے وتہذیب وتمدن/لاہور/نیو بک پیلس/۱۹۸۹ء/ص ۴۷۰

۲۷۸ڈاکٹر عبدالقدار جیلانی/اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر/لاہور/کتاب سرائے/۲۰۰۶ء/ص ۱۱۳

۲۷۹۔ڈاکٹر علام جیلانی برق/ہماری عظیم تہذیب/لاہور/شیخ غلام علی اینڈ سنز/ص ۳۴

۲۸۰۔شاہ معین الدین ندوی/اسلام اور عربی تمدن/اسلام آباد/نیشنل بک فاؤنڈیشن/۱۹۸۹ء/ص ۱۹۴

۲۸۱۔شاہ معین الدین ندوی/اسلام اور عربی تمدن/اسلام آباد/نیشنل بک فاؤنڈیشن/۱۹۸۹ء/ص ۱۹۴)(لیبان/تمدن عرب)

۲۸۲۔ڈاکٹر علام جیلانی برق/ہماری عظیم تہذیب/لاہور/شیخ غلام علی اینڈ سنز/ص ۳۵

۲۸۳۔مثالی تہذیب وتمدن/ پروفیسر محمد شریف اصلاحی/ لاہور/ اسٹینڈرڈ بک ہاؤس/۲۰۰۲/ص ۶
۲۸۴۔ڈاکٹر عبدالقدار جیلانی/ اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر/ لاہور/ کتاب سرائے/ ۲۰۰۶ء/ص ۱۱۴
۲۸۵۔این سی مہتہ/ ہندوستانی تہذیب اور اسلام/ص ۱۴۵

286.A. Castro; The Structure of Spanish History, p.128

۲۸۷۔حافظ ارشاد الحق/ کفار و مسلمین کے تعلقات/ سیالکوٹ/ ۲۰۰۴ء/ص ۶۸
۲۸۸۔زاد المعاد/ ج ۲/ ص ۱۶۲
۲۸۹حافظ ارشاد الحق/ کفار و مسلمین کے تعلقات/ سیالکوٹ/ ۲۰۰۴ء/ص ۶۹
۲۹۰۔حافظ ارشاد الحق/ کفار و مسلمین کے تعلقات/ سیالکوٹ/ ۲۰۰۴ء/ص ۶۹
۲۹۱۔مولانا زاہد الراشدی/ مغربی فلسفہ وتہذیب اور مسلم امہ کا رد عمل/ لکھنو/ ماہنامہ الفرقان/ جون ۲۰۰۵ء/ ص ۲۶۔۲۷
۲۹۲۔معارف القرآن/ جلد ۲/ ۵۱۔۵۲
۲۹۳۔مثالی تہذیب وتمدن/ پروفیسر محمد شریف اصلاحی/ لاہور/ اسٹینڈرڈ بک ہاؤس/ ۲۰۰۲/ ص ۶)
۲۹۴۔القرآن/ سورہ۔۔۔ (ولکل قوم ھاد)
۲۹۵۔القرآن/ سورہ الانبیاء
۲۹۶۔القرآن/ سورہ البقرہ' سورہ النساء' سورہ الحجرات
۲۹۷۔تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں سورہ نوح
۲۹۸۔تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں سورہ اعراف' ہود
۲۹۹۔تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں سورہ ہود' الفجر
۳۰۰۔تہذیب وتمدن/ پروفیسر عابد صدیقی/ لاہور/ لکی بک سینٹر/ ۲۰۰۴/ص ۸
۳۰۱۔سورہ بنی اسرائیل/ آیت نمبر ۱۶
۳۰۲۔اسلامی تہذیب وتمدن/ پروفیسر محمد شفقت اعجاز حسین شاہ/ لاہور/ اسٹینڈرڈ بک ہاؤس/ ۲۰۰۱/ص ۱۰
۳۰۳۔سورہ الاعراف ۷: ۳۴/ الحجر ۱۵: ۴'۵/ الاسراء ۱۷: ۵۸
۳۰۳۔سورہ الانفال ۸: ۵۳/ بنی اسرائیل ۱۷: ۴۔۸
۳۰۴۔جنید سلیم/ اسلامی تہذیب/ کراچی/ مکتبہ قرآنیات/ ۲۰۰۵ء/ص ۵۷
۳۰۵۔مسلم نشاۃ ثانیہ اساس اور لائحہ عمل/ ڈاکٹر محمد مبین/ لاہور/ انسٹی ٹیوٹ آف پاکستان اسٹڈیز' بیت

الحکمت/۲۰۰۴ء/ص ۴۷۔۴۸
۳۰۶۔ایضاً ص ۴۸۔۴۹
۳۰۷۔ایضاً ص ۴۹
۳۰۸۔ایضاً ص ۵۰
۳۰۹۔ظفر الاسلام اصلاحی/مغربی تہذیب کے لیے سب سے بڑا چیلنج/سہ روزہ دعوت/نئی دہلی/ص ۱۳۱
۳۱۰۔پروفیسر ڈاکٹر فرحت عظیم/خواتین کے حقوق/کراچی/مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی/جون ۲۰۰۵ء/ص ۱۴۸
۳۱۱۔عباس محمود عقاد/المرۃ فی القرآن/مصر/مطبوعہ دار الہلال/ص ۷۳۔۷۴
۳۱۲۔احمد بن عبدالعزیز الحصین/المرۃ المسلمۃ/امام التحدیات/دار البخاری/۱۹۸۶ء/ص ۱۶
۳۱۳۔سید علی عباس جلالپوری/روایات تمدن قدیم/جہلم/۱۹۹۱ء/ص ۱۵۶ ۳۱۔پروفیسر ڈاکٹر فرحت عظیم/خواتین کے حقوق/کراچی/مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی/جون ۲۰۰۵ء/ص ۱۵۰
۳۱۵۔حمورابی کا ذکر بائبل میں امرافیل کے نام سے کیا گیا ہے۔یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہمعصر تھا)
۳۱۶۔پروفیسر ڈاکٹر فرحت عظیم/خواتین کے حقوق/کراچی/مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی/جون ۲۰۰۵ء/ص ۱۵۱)
۳۱۷۔تاریخ اخلاق یورپ/ص ۱۵۶
۳۱۸۔پروفیسر ڈاکٹر فرحت عظیم/خواتین کے حقوق/کراچی/مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی/جون ۲۰۰۵ء/ص ۱۵۲
۳۱۹۔ترجمہ ہسٹری آف دی ورلڈ/ص ۲۲۱
۳۲۰۔مسلمان بیوی کے حقوق و فرائض/ص ۸۔۹
۳۲۱۔سید علی عباس جلالپوری/روایات تمدن قدیم/جہلم/۱۹۹۱ء/ص ۱۵۶
۳۲۲۔ابن جریر طبری/تاریخ طبری (تاریخ الامم والملوک)/ج ۳/ص ۱۳۸
۳۲۳۔ارتھر کرسٹن/ایران بعید ساسانیاں/ص ۴۳۰
۳۲۴۔ارتھر کرسٹن/ایران بعید ساسانیاں/ص ۴۳۷
۳۲۵۔پروفیسر ڈاکٹر فرحت عظیم/خواتین کے حقوق/کراچی/مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی/جون ۲۰۰۵ء/ص ۱۵۷
۳۲۶۔سید علی عباس جلالپوری/روایات تمدن قدیم/جہلم/۱۹۹۱ء/ص ۲۲۸

۳۲۷۔ستی کے معنی پاک ہونے کے ہیں' لہذا جو عورت شوہر کی چتا پر جلتی تھی وہ گویا پاک باز اور باعفت سمجھی جاتی تھی۔

۳۲۸۔ پروفیسر ڈاکٹر فرحت عظیم/ خواتین کے حقوق/ کراچی/ مکتبہ یادگار شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی/ جون ۲۰۰۵ء/ص ۱۵۱

۳۲۹۔ یورپی تہذیب تباہی کے دہانے پر/ محمد انور بن اختر/ کراچی/ مکتبہ ارسلان/ مئی ۲۰۰۲ء/ص ۵۸

۳۳۰۔ اسلامیات/ مظہر ہاشمی/ کراچی/ مکتبہ کتاب وسنت/ ۲۰۰۰ء/ص ۳۳

۳۳۱۔ سورہ النحل/ آیت نمبر ۵۷۔۵۹

۳۳۲۔ سورہ البقرہ/ آیت نمبر ۲۲۸

۳۳۳۔ سورہ النحل/ آیت نمبر ۹۷)(سورہ الحزاب/ آیت نمبر ۳۵)(سورہ آل عمران/ آیت نمبر ۱۹۵)(سورہ التوبہ/ آیت نمبر ۱۲۲)(سورہ التحریم/ آیت نمبر ۵)(سورہ التوبہ/ آیت نمبر ۷۱)

۳۳۴۔ سورہ المومن/ آیت نمبر ۴۰)(سورہ النساء/ آیت نمبر ۳۲)(سورہ النساء/ آیت نمبر ۱۲۴)

۳۳۵۔ السنن الکبریٰ/ جلد ج ۸/ص ۲۰۸)(نیل الاوطار/ ج ۷/ص ۱۶۰

۳۳۶۔ سورہ النساء/ آیت نمبر ۳۲

۳۳۷۔ سورہ الاحزاب/ آیت نمبر ۷۲۔۷۳)(سورہ الاحزاب/ آیت نمبر ۳۶)(ابوداؤد' کتاب الطہارۃ' باب فی الرجل یجد البلۃ فی منامہ' ترمذی ابواب الطہارۃ' باب فیمن یستیقظ دیری بلاولا یذکر احتلاما

۳۳۸۔ سورہ الشوریٰ/ آیت نمبر ۱۱)(سورہ الذاریات / آیت نمبر ۴۹)(سورہ یٰسین / آیت نمبر ۳۶)(سورہ روم/ آیت نمبر ۲۱

۳۳۹۔ مسلم' کتاب البر والصلۃ)(نسائی/ کتاب النکاح)(مسلم کتاب البر والصلۃ)(نسائی کتاب النکاح

۳۴۰۔ مرزا محمد الیاس/ مغربی تہذیب مسیحیت سے سیکولرازم تک/ کراچی/ روزنامہ دیوان/ ۷ اپریل ۲۰۰۶ء/ص ۶

۳۴۱۔ مرزا محمد الیاس/ مغربی تہذیب/ ماہنامہ آئین/ لاہور/ جلد ۴۳/ شمارہ ۴/ اپریل ۲۰۰۶ء/ص ۳۹۔

۳۴۲۔ سید عبدالباری/ مغربی تہذیب کی اساس اوراس میں تصادم/ سہ روزہ دعوت/ نئی دہلی/ص ۹۳

۳۴۳۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی/ تنقیحات/ لاہور/ اسلامک پبلیکیشنز/ /ص ۱۰۸

۳۴۴۔ محمد ذکی/ مغربی تہذیب۔ آغاز وانجام/ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی/ ۱۹۷۱ء/ص ۲۳

۳۴۵ سید عبدالباری/ مغربی تہذیب کی اساس اوراس میں تصادم/ سہ روزہ دعوت/ نئی دہلی/ص ۹۰

۳۴۶۔ مرزا محمد الیاس/ مغربی تہذیب/ ماہنامہ آئین/ لاہور/ جلد ۴۳/ شمارہ ۴/ اپریل ۲۰۰۶ء/ص ۵۶

۳۴۷۔ظفر الاسلام اصلاحی/ مغربی تہذیب کے لیے سب سے بڑا چیلنج/ سہ روزہ دعوت/ نئی دہلی/ ص ۱۲۹
۳۴۸۔سید عبدالباری/ مغربی تہذیب کی اساس اور اس میں تصادم/ سہ روزہ دعوت/ نئی دہلی/ ص ۹۲
۳۴۹۔ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی مترجم معروف شاہ شیرازی/ اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو/ کراچی/ ادارہ معارف اسلامی/ ۱۹۶۹ء/ ص ۱۵۔۱۶
۳۵۰۔مرزا محمد الیاس/ اسلام' جدیدیت اور عالمگیریت/ ماہنامہ آئین/ لاہور/ جلد ۴۳/ شمارہ ۶/ جون ۲۰۰۵ء/ ص ۱۶۳
۳۵۱۔ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی مترجم معروف شاہ شیرازی/ اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو/ کراچی/ ادارہ معارف اسلامی/ ۱۹۶۹ء/ ص ۱۵۔۱۶
۳۵۲۔صدرالدین اصلاحی/ معرکہ اسلام و جاہلیت/ لاہور/ اسلامک پبلیکیشنز/ ۱۹۹۰ء/ ص ۱۶۸
۳۵۳۔یورپی تہذیب تباہی کے دہانے پر/ محمد انور بن اختر/ کراچی/ مکتبہ ارسلان/ مئی ۲۰۰۲ء/ ص ۳۶
۳۵۴۔ظفر الاسلام اصلاحی/ مغربی تہذیب کے لیے سب سے بڑا چیلنج/ سہ روزہ دعوت/ نئی دہلی/ ص ۱۲۸
355.John E. Esposito/ The Islamic Threat: Myth or REality?/ Oxford/ Oxfor University Press/ 1992/ P 45
356.Franqius Burget & William Duwil/ The Islamic Movement in North Africa/ Texas University/ 1993/ p 2
357.John E. Esposito/ The Islamic Threat: Myth or REality?/ Oxfo/ Oxfor University Press/ 1992/ P 05
۳۵۸۔عذیر مرزا/ تہذیبی تصادم اور تصدیق/ روزنامہ جسارت/ ۲۰۰۶۔۱۱۔۱۹
۳۵۹عالم اسلام' وسائل اور مسائل/ حبیب اللہ اچکزئی/ کراچی/ مکتبہ حسن/ ۲۰۰۳ء/ ص ۱۱۹-۱۲۰
۳۶۰۔ڈاکٹر محمد امین/ اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش/ لاہور/ بیت الحکمت/ ۲۰۰۶ء/ ص ۱۱۵
۳۶۱۔صاحبزادہ محمد امانت رسول/ امریکہ' یورپ اور عالم اسلام/ لاہور/ ادارہ فکر جدید/ ۲۰۰۶ء/ ص ۳۳)
۳۶۲۔الحدید ۵۷/ آیت نمبر ۱۶
۳۶۳۔الروم ۳۰/ آیت نمبر ۳۰
۳۶۴۔البقرہ ۲/ آیت نمبر ۲۰۸
۳۶۵۔آل عمران ۳/ آیت نمبر ۱۴۹
۳۶۶۔ھود ۱۱۔ آیت نمبر ۵۲
۳۶۷۔مریم ۱۹/ آیت نمبر ۶۰

۳۶۸۔آل عمران ۳/آیت نمبر ۱۸۵
۳۶۹۔ڈاکٹر محمد امین/ اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش/ لاہور/ بیت الحکمت/ ۲۰۰۶ء/ص ۱۲۵
۳۷۰۔ ایضاً ص ۱۳۶
۳۷۱۔ایضاً ص ۱۳۷
۳۷۲۔ایضاً ص ۱۳۸
۳۷۳۔ایضاً ص ۱۵۲
۳۷۴۔ایضاً ص ۱۶۴
۳۷۵۔ایضاً ص ۱۶۶
۳۷۶۔ایضاً ص ۱۶۹
۳۷۷۔ایضاً ص ۱۷۰
۳۷۸۔کلیات اکبر الہ آبادی/ص ۱۹۳
۳۷۹۔کلیات اقبال/ لاہور/علم وعرفان پبلیشرز/ص ۳۷۸
۳۸۰۔ڈاکٹر محمد امین/ اسلام اور تہذیب مغرب کی کشمکش/ لاہور/ بیت الحکمت/ ۲۰۰۶ء/ص ۱۸۴
۳۸۱۔ایضاً ص ۱۷۲۔۱۸۱
۳۸۲ تا ۳۸۶۔کلیات اکبر الہ آبادی/ لاہور
۳۸۷ تا ۳۹۱ کلیات اقبال/ لاہور/علم وعرفان پبلیشرز
۳۹۲۔روزنامہ جنگ/ کوئٹہ/ منگل ۲۰ ستمبر ۲۰۰۵/ص ۶
۳۹۳۔ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم/ مقالات حکیم/ مرتب شاہد حسین رزاقی/ ج ۱/ص ۱۰۳
۳۹۴۔سورہ البقرہ/ آیت نمبر ۲۳
۳۹۵۔صحیح مسلم؛ (مولانا محمد تقی امینی/ اسلام اور دور جدید کے مسائل/ کراچی/ قدیمی کتب خانہ/ص ۳۳۴
۳۹۶۔ابن ہشام/ ج ۱/ص ۲۰۴۔۲۰۵
۳۹۷۔سورہ آل عمران/ آیت نمبر ۱۱۰
۳۹۸۔(ملاحظہ فرمائیے: The Dialogue of Cultures and Civilization/Diplomat/Vol2/Feb 1997)
۳۹۹۔ڈاکٹر انیس احمد/ اسلام اور مغرب/ لاہور/ ترجمان القرآن/ جلد ۱۲۶/ جولائی ۱۹۹۹ء/ ص ۴۳۔۴۴)
۴۰۰۔ڈاکٹر طاہر رضا بخاری/ دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کا تصور/ اسلام

آباد/ وزارت مذہبی امور/ ۲۰۰۶ء/ ص ۳۶
401.Sura Al-Mulk / Verse No16 402Sura Al-Tahreem / Verse No3 403.Sura Al-Qaf / Verse No16
404.http://en.wikipedia.org/wiki/Allah 405 (Oxfor Universal Dictionary/Joyce. M. Hawkins/London/Oxford University press/1981/P.304)
۴۰۶۔ مذاہب عالم کا انسائیکلو پیڈیا/ لیوس مور مترجم یاسر جواد و سعدیہ جواد/ لاہور/ نگارشات/ ۲۰۰۵/ ص ۱۶۰
۴۰۷۔ مطالعہ مذاہب/ ڈاکٹر مولانا محسن عثمان ندوی/ کراچی/ مجلس نشریات اسلام/ ۱۹۹۹ء/ ص ۳۱۔۳۲۔۳۳
۴۰۸۔ اسلام اور مذاہب عالم/ ملک کریم بخش/ لاہور/ شیخ محمد بشیر اینڈ سنز/ ص ۳۸
۴۰۹۔ سویت سواتر اُپنشد/ باب نمبر ۴/ اشلوک نمبر ۱۹
۴۱۰۔ ایس رادھا کرشن/ پرنسپل اُپنشد/ جلد ۱۵/ حصہ دوم/ ص ۲۵۳
۴۱۱۔ مذاہب عالم میں تصور خدا/ ڈاکٹر ذاکر نائیک مترجم سید امتیاز احمد/ لاہور/ دارالنوادر/ ۲۰۰۵ء/ ص ۳۰
۴۱۲۔ ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ/ ڈاکٹر عبدالرشید/ کراچی/ طاہر سنز/ ۱۹۹۲ء/ ص ۲۴۹
۴۱۳۔ (بینا ۷: ۳۱ اور ۱۱)' (بینا ۷: ۴۴)' (بینا ۱۱: ۵۰) اور (بینا ۷: ۵۱)
۴۱۴۔ گیتا اور قرآن مقالہ از پنڈت سندر لال/ نگار پاکستان خدا نمبر/ لاہور/ ۱۹۶۹ء/ ص ۱۴۶
۴۱۵۔ مطالعہ مذاہب/ ڈاکٹر مولانا محسن عثمان ندوی/ کراچی/ مجلس نشریات اسلام/ ۱۹۹۹ء/ ص ۶۹۔۷۰
۴۱۶۔ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ/ پروفیسر چودھری غلام رسول/ لاہور/ علمی کتاب گھر/ ص ۳۸۶
۴۱۷۔ خروج/ باب ۳/ آیت ۲۰) (استثناء/ باب ۱۶/ آیت ۱۵
۴۱۸۔ عہد نامہ عتیق/ سلاطین/ باب ۲۳/ آیت ۱۹
۴۱۹۔ عہد نامہ عتیق/ زبور/ باب ۲۳/ آیت ۱۳۔۱۴
۴۲۰۔ خروج ۲۰ اور استثناء/ باب ۱۶/ آیت ۵
۴۲۱۔ زبور/ باب نمبر ۴/ آیت نمبر ۱۱
۴۲۲۔ دانی ایل/ باب نمبر ۲۴/ آیت نمبر ۴
۴۲۳۔ خروج/ باب نمبر ۲۰/ آیت نمبر ۳۳
۴۲۴۔ تھیمتھیس اول/ باب نمبر ۱۴/ آیت نمبر ۴

۴۲۵۔ لوقا/ باب نمبر ۴۶/ آیت نمبر ۲۳
۴۲۶۔ متی/ باب نمبر ۱۹/ آیت نمبر ۱۰
۴۲۷۔ القرآن/ سورہ المائدہ/ آیت نمبر ۵۷
۴۲۸۔ القرآن/ سورہ آل عمران/ آیت نمبر ۱۲۸
۴۲۹۔ القرآن/ سورہ النساء/ آیت نمبر ۸۹
۴۳۰۔ القرآن/ سورہ البقرہ/ آیت نمبر ۱۰۶، ۱۰۹، ۲۸۴
۴۳۱۔ اسلام اور عصر حاضر/ مولانا وحید الدین خان/ کراچی/ فضلی سنز/ ۱۹۸۶ء/ ص ۱۱۸
۴۳۲۔ القرآن/ سورہ اخلاص/ سورہ نمبر ۱۱۲/ آیت نمبر ۴
۴۳۳۔ القرآن/ سورہ الشوریٰ/ سورہ نمبر ۴۲/ آیت نمبر ۱۱
۴۳۴۔ القرآن/ سورہ الانعام/ سورہ نمبر ۶/ آیت نمبر ۱۰۳
۴۳۵۔ القرآن/ سورہ فاتحہ/ سورہ نمبر ۱/ آیت نمبر ۶۔۷
۴۳۶۔ القرآن/ سورہ الرعد/ سورہ نمبر ۱۳/ آیت نمبر ۹
۴۳۷۔ القرآن/ سورہ اخلاص/ سورہ نمبر ۱۱۲/ آیت نمبر ۱
۴۳۸۔ ترجمان القرآن/ لاہور/ مئی ۲۰۰۶ء/ ص ۷
۴۳۹۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی/ دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور/ اسلام آباد/ وزارت مذہبی امور/ ۲۰۰۶ء/ ص ۴۶
۴۴۰۔ سورہ الکافرون/ آیت نمبر ۶
۴۴۱۔ سورہ آل عمران/ آیت نمبر ۶۴
۴۴۲۔ امام فخر الرازی/ التفسیر الکبیر/ تہران/ مکتب الاعلام الاسلامی/ ج ۷/ ص ۹۰
۴۴۳۔ ابن جریر الطبری/ تفسیر الطبری/ بیروت/ دار احیاء التراث العربی/ ۱۴۲۱ھ/ ج ۳/ ص ۳۵۲
۴۴۴۔ آلوسی شہاب الدین/ روح المعانی/ بیروت/ دار الکتب العلمیہ/ ۱۴۱۵ھ/ ج ۲/ ص ۱۸۶
۴۴۵۔ جلال الدین سیوطی/ تفسیر الدر المنثور/ بیروت/ دار الفکر/ ج ۲/ ص ۲۳۵
۴۴۶۔ محمد بن علی الشوکانی/ فتح القدیر/ مصطفیٰ البابی الحلبی/ ۱۳۴۹ھ/ ج ۱/ ۳۱۷
۴۴۷۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی/ التفسیر المظہری/ کوئٹہ/ مکتبہ حبیبیہ/ ج ۲/ ص ۲۳
۴۴۸۔ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی/ التفسیر المنیر فی العقیدہ والشرع والمنہج/ بیروت/ دار المعرفہ/ ج ۲/ ص ۲۷۶
۴۴۹۔ مفتی محمد شفیع/ معارف القرآن/ کراچی/ ادارہ المعارف/ ج ۲/ ص ۸۷
۴۵۰۔ سید مودودی/ تفہیم القرآن/ لاہور/ مکتبہ تعمیر انسانیت/ ۱۹۸۳ء/ ص ۲/ ص ۲۶۲

۴۵۱۔الفتح ۱۰، الانفال ۵۶، النحل ۹۱، البقرہ ۷۷، تفصیل کے لیے دیکھئے المعجم المفہرس لالفاظ القرآن محمد فواد عبدالباقی

۴۵۲۔آکسفورڈ یونیورسٹی انگلینڈ میں ولی عہد برطانیہ کا لیکچر مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء

۴۵۳۔سورۃ رسورہ نمبر الانعام رآیت نمبر ۱۰۸

۴۵۴۔سورہ رسورہ نمبر ۲ رآیت نمبر ۱۳۹

۴۵۵۔الحدیث مشکوٰۃ المصابیح رمولانا فضل کریم رڈھاکہ رالیف کے مشن را ۱۹۷ء رص ۲۰۰

۴۵۶۔دیکھئے: محمد حمید اللہ/ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، کراچی/ اردو اکیڈمی/ ۱۸۹۷/ص ۱۹۶۔۱۹۸

۴۵۷۔محمد حمید اللہ/ عہد نبوی ﷺ عہد حکمرانی/ص ۱۰۲

۴۵۸۔محمد رسول اللہ ﷺ (مقالات سیرت النبی ﷺ) لاہور/ مطبوعہ شعبہ اردو معارف اسلامیہ/ ۱۹۸۲ء/ ص ۱۶۷

۴۵۹۔ Ameer Ali / The Spirti of Islam/ Karachi/ 1969/ Page 58

۴۶۰۔سورہ رسورہ نمبر ۸ رآیت نمبر ۶۱

۴۶۱۔سورہ الانفال رآیت نمبر ۶۱

۴۶۲۔پوپ جان پال دوم رکراسنگ دی تھری شولڈ آف ہوپ رنیویارک رالفریڈ کے نوف ر ۱۹۹۴ء رص ۹۴

۴۶۳۔ملت اسلامیہ رعلی نواز میمن مترجم صفوت قدوائی رکراچی رانجمن ترقی اردو پاکستان ر ۲۰۰۱ء رص ۱۸۴

۴۶۴۔سورہ الکافرون رآیت نمبر ۶

۴۶۵۔داؤد رالسنن ۲ ر ۴۳۳ رمطبوعہ نامی پریس رکانپور انڈیا

۴۶۶۔سیاست شرعیہ رمولانا رئیس احمد جعفری (ندوی) رلاہور رادارہ ثقافت اسلامیہ ر ۱۹۵۹ء رص ۲۴۲

۴۶۷۔سیاست شرعیہ رمولانا رئیس احمد جعفری (ندوی) رلاہور رادارہ ثقافت اسلامیہ ر ۱۹۵۹ء رص ۲۴۴

۴۶۸۔القرآن رسورہ المائدہ رآیت نمبر ۱

۴۶۹۔سیاست شرعیہ رمولانا رئیس احمد جعفری (ندوی) رلاہور رادارہ ثقافت اسلامیہ ر ۱۹۵۹ء رص ۲۴۳

۴۷۰۔سیاست شرعیہ رمولانا رئیس احمد جعفری (ندوی) رلاہور رادارہ ثقافت اسلامیہ ر ۱۹۵۹ء رص ۲۴۴

۴۷۱۔ملت اسلامیہ رعلی نواز میمن مترجم صفوت قدوائی رکراچی رانجمن ترقی اردو پاکستان ر ۲۰۰۱ء رص ۱۹۷

۴۷۲۔یہودیت ر یوسف ظفر رلاہور رانتخاب جدید پریس ر ۲۰۰۴ء رص ۱۵۳

۴۷۳۔القرآن رسورہ البقرہ رسورہ نمبر ۲ رآیت نمبر ۲۵۶

۴۷۴۔نقوش رسول نمبر رمقالہ بعنوان اسلام اور مذہبی رواداری از خلیفہ عبدالحکیم ر لاہور رادارہ فروغ

اردو/۱۹۸۳ء/جلد سوم/ص ۲۶۶
۴۷۵۔نقوش رسول نمبر/مقالہ بعنوان اسلام اور مذہبی رواداری از خلیفہ عبدالحکیم/ لاہور/ادارہ فروغ اسلام/جلد سوم/۱۹۸۳ء/ص ۲۶۹
۴۷۶۔اسلام کا نظام امن/مولانا ظفیر الدین مفتاحی ندوی/کراچی/ایچ ایم سعید کمپنی/۱۹۹۱ء/ص ۱۶۸
۴۷۷۔آئینہ حقیقت نما/جلد ا/ص ۹۹
۴۷۸۔سفر نامہ ہملٹن کے حوالہ جات خطبہ صدارت جمیعتہ علماء ہند لاہور از شیخ الاسلام سے منقول ہیں
۴۷۹۔آئینہ حقیقت نما/ج ا/ص ۱۸۷
۴۸۰۔ڈاکٹر حافظ محمد ثانی/ رسول اکرم ﷺ اور رواداری/فضلی سنز/کراچی/ مارچ ۱۹۸۸
۴۸۱۔اسلامی معاشرہ کی تاسیس وتشکیل/صاحبزادہ ساجد الرحمان/اسلام آباد/ادارہ تحقیقات اسلامی/۱۹۹۷ء/ص ۱۵۸
۴۸۲۔نقوش رسول نمبر/مقالہ بعنوان اسلام اور مذہبی رواداری از خلیفہ عبدالحکیم/ لاہور/ادارہ فروغ اسلام/جلد سوم/۱۹۸۳ء/ص ۲۶۹۔۲۷۰
۴۸۳۔اسلام کا نظام امن/مولانا ظفیر الدین مفتاحی ندوی/کراچی/ایچ ایم سعید کمپنی/۱۹۹۱ء/ص ۱۳۷
۴۸۴۔رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات شریفہ/مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری/کراچی/دار الاشاعت/۲۰۰۱ء/ص ۴
۴۸۵۔مکتوبات نبوی ﷺ/مولانا سید محمد رضوی/لاہور/ادارہ اسلامیات/۱۹۷۸ء/ص ۳۶
۴۸۶۔سورہ الحجرات/آیت نمبر ۱۳
۴۸۷۔سید علاء الدین/ تاریخ اندلس/ کراچی/ سٹی بک پوائنٹ/ ۲۰۰۴/ ص ۸۹
۴۸۸۔قاضی جاوید/ ہندی مسلم تہذیب/ لاہور/ تخلیقات/ ۲۰۰۳ء/ ص ۵۵
۴۸۹۔سورہ البقرہ/آیت نمبر ۲۱۳
۴۹۰۔احمد/المسند/ج ۳/ص ۱۹۶/رقم ۹۴۷
۴۹۱۔صحیح مسلم)یعنی ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔
۴۹۲۔نقوش رسول نمبر/مقالہ بعنوان مساوات کا علمبردار از مولانا علم الدین سالک/لاہور/ادارہ فروغ اسلام/۱۹۸۳ء/جلد نہم/ص ۲۹۶
۴۹۳۔ایضاً ص ۲۹۷
۴۹۴۔سورہ النساء/آیت نمبر ا
۴۹۵ غزواۃ النبی ﷺ/مسعود مفتی/لاہور/علم و عرفان پبلیشرز/۲۰۰۳ء/ص ۷۵

۴۹۶۔فتوح البلدان/امام ابو یوسف/کتاب الخراج
۴۹۷۔فکر اسلامی کی تشکیل جدید/ضیاء الحسن فاروقی/لاہور/مکتبہ رحمانیہ/۱۹۴۸ء/ص ۴۴۳۔۴۴۴
۴۹۸۔جاوید علی صدیقی/ ہندوستانی تہذیب/ لاہور/ حرا پبلیشرز/ ۲۰۰۰ء/ص ۵۸
۴۹۹۔فکر اسلامی کی تشکیل جدید/ضیاء الحسن فاروقی/لاہور/مکتبہ رحمانیہ/۱۹۴۸ء/ص ۴۴۱
۵۰۰۔زاد المعاد/جلد ۲/ص ۳۵
۵۰۱۔علامہ محمد اقبال/کلیات اقبال (بانگ درا)/ لاہور/ مکتبہ جمال/ ۲۰۰۴ء/ص ۲۹۲
۵۰۲۔اسلامیات/پروفیسر حسن الدین ہاشمی/کراچی/رشید اینڈ سنز/۱۹۹۷ء/ص ۵۹
۵۰۳۔دین فطرت اسلام ہی کیوں/نور الحق صدیقی/لاہور/طاہر سنز/۲۰۰۵ء/ص ۱۵۲
۵۰۴۔اقبال/کلیات اقبال/ لاہور/ شیخ غلام علی اینڈ سنز/ ۱۹۹۸ء/ص ۳۸۳
۵۰۵۔مقالہ از ڈاکٹر حمید اللہ/بعنوان مذہبی انتہاپسندی کا رجحان/اسلام آباد/وزارت مذہبی امور/۲۰۰۴/ص ۱۹
۵۰۶۔القرآن/سورہ آل عمران/آیت نمبر ۱۰۳
۵۰۷۔پروفیسر حسن الدین ہاشمی/ اسلامیات/ لاہور/ انڈش پبلیشنگ ہاؤس/ جولائی ۱۹۹۳/ص
۵۰۸۔قدیم تہذیبیں اور مذاہب/ پروفیسر عمر زبیری/لاہور/دار الشعور/۲۰۰۵ء/ص ۲۳۲
۵۰۹۔جواہر الفقہ /مفتی محمد شفیع/کراچی/مکتبہ دار العلوم کراچی/۱۴۲۳ھ/ص ۱۸۳
۵۱۰۔احمد/ج ۶/رقم ۳۴۸۵/ص ۵۵۱
۵۱۱۔بخاری/ج ۵/رقم ۵۷۵۲/ص ۱۵۶
۵۲۱۔بخاری/ج ۵/رقم ۵۶۹۸/ص ۲۴۷
۵۱۳۔ڈاکٹر حمید اللہ/ رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی/ص ۳۱۳
۵۱۴۔صحیح المسلم حدیث نمبر ۲۰۱۴
۵۱۵۔بحوالہ تفسیر ابن کثیر، اردو ترجمہ/ ج ۱/ص ۴۶۲
۵۱۶۔ڈاکٹر حمید اللہ/ رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی/ص ۳۴۲۔۳۲۵
۵۱۷۔سورہ الکہف/ ۲۹ اور سورہ الکافرون
۵۱۸۔اقبال/کلیات اقبال/ لاہور/ شیخ غلام علی اینڈ سنز/ ۱۹۹۸ء/ص ۴۷
۵۱۹۔متفق علیہ
۵۲۰۔ایضاً حوالہ نمبر ۳۴۳/ص ۴۷
۵۲۱۔القرآن/سورہ الانعام/آیت نمبر ۱۵۹

۵۲۲۔ القرآن/سورہ الحجرات/آیت نمبر ۱۰
۵۲۳۔ سورہ یونس/آیت نمبر ۱۹
۵۲۴۔ نقوش رسول نمبر/مقالہ بعنوان مساوات کا علمبردار از مولانا علم الدین سالک/لاہور/ادارہ فروغ اردو/۱۹۸۳ء/جلد نہم/ص ۳۰۱
۵۲۵۔ علامہ محمد اقبال/کلیات اقبال/لاہور/مکتبہ جمال/۲۰۰۴ء/ص ۳۳۳ ۵۲۶۔ علامہ محمد اقبال/کلیات اقبال (بانگ درا)/لاہور/مکتبہ جمال/۲۰۰۴ء/ص ۳۴۵
۵۲۷۔ القرآن
۵۲۸۔ سورہ الحجرات/آیت نمبر ۱۹
۵۲۹۔ سورہ یونس/آیت نمبر ۱۰
۵۳۰۔ احمد و ابوداؤد
۵۳۱۔ صحیح بخاری
۵۳۲۔ مسند احمد/جامع ابوداؤد
۵۳۳۔ بیہقی کتاب الایمان
۵۳۴۔ رسول اکرم ﷺ کی حکمت و بصیرت/پروفیسر محمد صدیق قریشی/لاہور/الفیصل ناشران/۲۰۰۵ء/ص ۸۲
۵۳۵۔ شاہ معین الدین ندوی/اسلام اور عربی تمدن/اسلام آباد/نیشنل بک فاؤنڈیشن/۱۹۸۹ء/ص ۲۰۵
۵۳۶۔ البلاغ/قاہرہ مصر/۱۳۵۱ھ
۵۳۷۔ ایضاً ص ۲۰۱
۵۳۸۔ ایضاً ص ۲۰۲
۵۳۹۔ شاہ معین الدین ندوی/عجائبات یورپ/ص ۱۳۲
۵۴۰۔ ڈاکٹر جمیل جالبی/برصغیر میں اسلامی کلچر/لاہور/ادارہ ثقافت اسلامیہ/۱۹۹۷ء/ص ۱۳۰
۵۴۱۔ عبداللہ/ص ۷۷ب تا ۷۸الف
۵۴۲۔ ایضاً ۷۸الف
۵۴۳۔ (Terry Fitch/ Early Travels in India/ p. 315
۵۴۴۔ شاہ معین الدین ندوی/اسلام اور عربی تمدن/اسلام آباد/نیشنل بک فاؤنڈیشن/۱۹۸۹ء/ص ۲۰۹